رجسٹرڈ ڈایل نمبر ۲۵۹۵ رجسٹرڈ ڈایل نمبر ۲۵۹۵ رجسٹرڈ ڈایل نمبر ۲۵۹۵

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخبار نور

قادیان دارالامان

ایڈیٹر
ایس
محمد یوسف

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے ۳ روپے
" ششماہی " ۱۲ عہ
" سالانہ سرپرستوں سے ۱۰ عہ
" " امراء سے ۱۰ عہ
چندہ سالانہ والیان ریاست سے ۲۵ عہ
چندہ سالانہ ممالک غیر سے ۱۰ شلنگ

مستقل قواعد

(۱) اسلام کی خوبیوں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اسکی فضیلت ظاہر کرنا (۲) دنیا میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا (۳) معترضین کے حملوں کا کامل و صحیح جواب دینا (۴) راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم بنایا۔

جلد ۳۶ | اخبار نور قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۴۶ء مطابق ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ | نمبر ۱۹

آپ بیتی

۱۹۱۰ء کا واقعہ ہے۔ اور شروع اپریل کے دن تھے میں نے ابھی اخبار جاری ہی کیا تھا۔ بنگہ سے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو احمدی جماعت کا خط آیا۔ اور تاریخی کہ اس جگہ مشہور آریہ لیکچرار یوگندر پال آیا ہوا ہے۔ اور اس نے اپنے لیکچروں میں مسلمانوں کا بہت دل دکھایا ہے۔ اور نہ صرف بنگہ کی احمدیہ جماعت ہی بلکہ دوسرے مسلمان بھی اس بات کے آرزومند ہیں کہ قادیان سے کسی لیکچرار کو بھیجا جائے۔ جو اس زہر کا تریاق مہیا کرے۔ یہ کوئی لکی چھپی بات نہیں تھی۔ کہ سوامی یوگندر پال آجکل اپنی تقریروں میں اور خصوصاً ان کی وہ تقریریں جو اسلام کے برخلاف ہوتی تھیں۔ غیر معمولی درشت گو واقع ہوئے تھے۔ حضرت نے مجھے بنگہ جانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اوائل عمر تھی۔ مشقت تو ہو سکتی تھی۔ مگر کام کی ابھی ابتدا ہی تھی۔ یکہ کا انتظام ہو نہ سکا۔ کتابوں کا گٹھڑ بغل میں دبا پیدل ہی چل پڑا تاکہ بٹالہ سے گاڑی مل جائے۔ اور میں وقت مقررہ پر بنگہ پہنچ سکوں۔ میری تیز روی نے ساتھ دیا۔ اور میں گاڑی کی روانگی سے چند منٹ پہلے بٹالہ سٹیشن پر پہنچ گیا۔ تکان تھی مگر جوانی اور شوق کے سامنے اس تکان کی حقیقت ہی کیا تھی۔ جب میں وہاں پہنچا۔ تو میں حالات کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ حالات پر قابو پانے کے لئے غیر معمولی جد و جہد سے کام لینا پڑے گا۔ ان دنوں نہ صرف یہی کہ بنگہ میں آریوں کا زور تھا۔ بلکہ تھانیدار بھی آریہ خیالات کا تھا۔ اور پھر یوگندر پال ایک خرانٹ لیکچرار تھا۔ اور میری ابتدا تھی۔ صورت حال یہ تھی کہ ایک دن یوگندر پال کا لیکچر ہوتا تھا اور ایک دن میرا۔ میرے چار ہی لیکچر ہوئے تھے۔ کہ حالات نے سازگارانہ صورت اختیار کر لی۔ اور آریوں کی طرف سے یہ درخواست ہوئی۔ کہ آئندہ ایک دوسرے کے مذاہب پر حملے نہ کئے جائیں۔ اور صرف اپنے مذہب کی خوبیوں تک ہی معاملہ کو رکھا جائے۔ میں نے کہا الحمد للہ ہم نے جو رویہ اختیار کیا تھا۔ حالت مجبوری ورنہ ہم تو پہلے ہی اسی راہ پر گامزن ہیں غالباً اسی کے بعد ایک یا دو لیکچر اور ہوئے۔ مگر پیچھے میری عدم موجودگی میں کوئی مددگار نہ تھا جو اخبار کو وقت پر شائع کر سکے۔ اس لئے واپس آنا پڑا۔ جب میں پھگواڑہ کے قریب پہنچا۔ تو بخار نے آ دبایا۔ میں نے سن رکھا تھا کہ حاجی پور میں منشی حبیب الرحمٰن صاحب ایک پرانے مخلص احمدی رہتے ہیں۔ منشی کظیم الرحمٰن صاحب ہیڈ کلرک ناظر امور عامہ کے والد مرحوم۔ میں نے ٹانگے والے کو کہا کہ حاجی پور لے چلو۔ منشی صاحب موصوف میرے واقف نہ تھے۔ مگر علم ہونے پر بہت ہی محبت اور اخلاص سے پیش آئے۔ چار روز بہت سخت بخار رہا۔ جلاب اور ادویہ استعمال کیں۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر پانچویں روز قادیان پہنچنے کا عزم کیا۔ جب میں گاڑی میں بیٹھا تو خدا کی قدرت بے تحاشا السہال آنے شروع ہو گئے ان گنت اور بے شمار ان دنوں انٹڑیں بہت ہی کم بھیڑ ہوتی تھی۔ میں اتنا کمزور ہو گیا۔ کہ اٹھنے کی سکت ندارد تھی۔ جب امرتسر کا سٹیشن آیا۔ تو دو شریف مسافروں نے مجھے سہارا دے کر گاڑی سے اتارا۔ اور بنچ پر لا بٹھلایا۔ اور مسافروں کے سہارا سے ہی میں بٹالہ آنیوالی گاڑی میں سوار ہوا۔ جب میں بٹالہ اسٹیشن پر پہنچا۔ تو اتفاق حسنہ سے شیخ عبدالحق صاحب نے مجھے دیکھ لیا (یہ صاحب آج کل لاہوری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دہلی میں کسی دفتر میں غالباً سپرنٹنڈنٹ ہیں) جب انہوں نے میری یہ ناگفتہ بہ حالت دیکھی۔ تو یہ دوڑے ہوئے آئے مجھے سہارا دے کر گاڑی سے اتارا اور ویٹنگ روم میں لا بٹھلایا۔ میرے لئے برف میں لگی ہوئی لیمجوس کی دو بوتلیں لے آئے۔ اس کے پینے اور دو گھنٹے آرام کے بعد میری طبیعت نے کچھ سہارا لیا اور پھر انہوں نے مجھے ایک آرام دہ ٹانگے میں بٹھلا دیا۔ جب میں قادیان پہنچا۔ تو قریباً چار بجے کا وقت تھا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی۔ حضور خود بنفس نفیس دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ قریشی میر احمد صاحب کے ہاتھ دوائی کی چھ خوراکیں بھجوائیں۔ اور ایک کوری گھڑی ٹھنڈے پانی کی جس میں کوئی دوائی بھی شامل تھی اور گھنٹہ گھنٹہ بعد مولوی غلام محمد صاحب مرحوم کو میری خبر گیری کے لئے بھیجتے رہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ طب کے سورج تھے۔ حضور کی اس غیر معمولی توجہ سے رات کے دس بجے میری طبیعت خدا کے فضل سے بالکل سنبھل گئی۔ اور مجھے غیر معمولی بھوک محسوس ہوئی۔ اور کھانا بھی حضور نے اپنے ہاں سے ہی بھجوایا۔ جو اس حالت میں مناسب تھا۔ حالانکہ میرے گھر میں بھی کھانے کا انتظام تھا۔ مگر حضور پر نور نے احتیاط اسی میں دیکھی کہ کھانا اپنے ہاں سے ہی بھجوائیں۔ اور پھر آدمی کے ذریعہ یہ بھی کہلا بھیجا کہ صبح کا کھانا بھی حضرت کی طرف سے آئیگا۔ صبح تک خدا کے فضل و کرم سے میں بالکل تندرست تھا۔ صرف کمزوری تھی۔ کس قدر حسن سلوک — یہی حسن سلوک ہی بغیر کسی معاوضہ کے ذوق و شوق سے ان تھک کام کرواتا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گاندھی جی کی سادگی

ایک مسلمان دوست اپنے سفرنامہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ گاندھی جی سے ملنے کا خیال آیا۔ گاندھی جی وارد ھا سے قریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام سرگاؤں میں رہتے ہیں۔ وارد ھا سے ایک پکی سڑک وہاں جاتی ہے۔ سرگاؤں میں کھپریل کے چند کچے مکانوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ گاندھی جی کے مکان کو بانس کا پھاٹک لگا تھا۔ جس میں سے بیک وقت صرف ایک دو آدمی اندر جا سکتے تھے۔ مکان مذکور کے برآمدہ میں دو آدمی چرخہ کات رہے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا۔ دھوپ تیز تھی۔ گاندھی جی سوئے پڑے تھے۔ کچھ عرصہ انتظار کے بعد وہ اٹھے اور ملاقات ہوئی۔ گاندھی جی کی کٹیا کی تعریف اس صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں کی ہے:۔

"گاندھی جی ایک بہت چھوٹے اور ہوادار حجرہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جہاں پانچ چھ آدمیوں سے زیادہ بیک وقت نہ سما سکتے تھے۔ وہ مٹی سے لپے ہوئے فرش کا حجرہ تھا۔ اس پر کھجور کے بوریئے بچھے ہوئے تھے۔ مگر کہیں کہیں بوریئے بھی نہ تھے۔ مٹی دکھائی دیتی تھی۔ گاندھی جی کے سامنے ان کے سکرٹری اور ولبھ بھائی پٹیل بیٹھے تھے۔ یہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میں نے گاندھی جی کے حجرہ کی سادگی دیکھ کر اپنے دل کے اثر کا ذکر کیا۔ میرے دل پر اتنا زیادہ اثر تھا۔ کہ رونا آتا تھا۔ مگر میں رونے کو ضبط کرتا تھا۔ میری قوم کو اگر گاندھی جی کے سیاسی کاموں سے اختلاف ہے۔ تو انہیں ان کے رہنے سہنے سے سبق لینا چاہیئے۔ گاندھی جی کی رہائش اس قابل ہے کہ مسلم لیگ کے لیڈر بھی یہی رہنا سہنا اختیار کریں۔ کیونکہ مسلمان قوم سخت غریب ہے۔ اور سادہ رہائش اختیار کرنی چاہیئے۔"

میں نے اس صاحب کے اسم گرامی کو عمداً اخفا میں رکھا ہے۔ یہ صاحب اول تو فٹ میں سفر کرتے ہیں ورنہ سیکنڈ میں ضرور ہی۔ ریشمی لحاف اور توشک استعمال فرماتے ہیں۔ کار ہر وقت موجود رہتی ہے۔ اور انگریز پرائیویٹ سیکرٹری رکھنے میں بھی دریغ نہیں اب ایسے شخص کا وعظ دوسروں پر کیا اثر کر سکتا ہے۔ یہ تو دیگراں را نصیحت ..... والا معاملہ ہے۔ اس صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مسلمانوں کے اکابرین نے سادگی میں اتنا کمال کر دکھایا کہ گاندھی جی ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ گاندھی جی تو ایک قومی لیڈر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کے باجبروت اور بااختیار بادشاہوں میں ایسی سادگی اور ایثار کے نمونے بکثرت ملتے ہیں۔ جہاں کہ گاندھی جی کا نمونہ محض ہیچ رہ جاتا ہے۔ اور پھر نمونے بھی ان مختار کل بادشاہوں کے جن کا ادنیٰ سا اشارہ ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا اور جو چشم زدن میں لوگوں کو کنگال سے راجہ اور راجہ سے کنگال بنا سکتے تھے۔ مگر ان کی سادگی ان کے ایثار کا اور ان کی خدا خوفی کا یہ عالم کہ آج سخت سے سخت مخالف کو بھی اس کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی درخشاں مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ جو بلاشبہ اسلامی تعلیم کا بہترین نمونہ تھے۔ ان کی سیاست یہ تھی۔ کہ سب رعایا ہمارے عیال کی طرح ہے۔ اور ہم ان کے لئے بمنزلہ باپ کے ہیں۔ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ دورہ کرتے ہوئے رات کے وقت ایک خانہ بدوش کی جھونپڑی کے پاس سے گزرے۔ جس کی بیوی دردزہ سے چیخ رہی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا معاملہ ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میری بیوی بچہ جننے والی ہے۔ اور اس وقت ہمارے پاس کوئی دوسری عورت ہے نہیں۔ یہ سنکر خلیفہ موصوف پر کیا اثر ہوا۔ وہ اس سے ظاہر ہے کہ وہ اسی وقت یعنی رات کو جبکہ لوگ میٹھی نیند سو رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کا خلیفہ اور بااختیار بادشاہ اپنے گھر جا کر اپنی بیوی کو ہمراہ لائے اور اس عورت کی خدمت کے لئے اپنی بیوی کو وہیں چھوڑ گئے۔ جب دورہ کرتے ہوئے واپس آئے۔ تو اس گھر میں جا کر ان کا حال پوچھا۔ خلیفہ ممدوح کی بیوی نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کو مبارک ہو۔ آپ کے لعابی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ امیر المومنین کا لفظ سنکر وہ اعرابی بھچکا سا رہ گیا۔ اور اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ ممدوح نے جواب دیا کہ کوئی بات نہیں۔ یہ میرا فرض تھا۔ جو میں نے ادا کیا۔ اور تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ ہمدردی کی ایسی مثال روئے زمین پر شاید ہی ملے۔

اول رات کے وقت جبکہ تمام دنیا آرام میں سوری تھی۔ اس ہمدرد بنی نوع انسان کا اکیلے دورہ کرنا تا دیکھے کہ اس کی رعایا کس حال میں ہے۔ اور پھر یہ معلوم کر کے کہ ایک عورت اس مصیبت میں مبتلا ہے۔ اس وقت اپنے گھر پہنچ کر خادمہ کو نہیں اپنی بیوی کو مدد کے لئے لانا کیا ایسی ہمدردی فرض شناسی کا نمونہ سوائے اسلام کے کسی اور مذہب میں مل سکتا ہے؟ حاشا و کلا۔ مجھ سے ایک متشدد آریہ نے ذکر کیا۔ کہ میں نے بہت کوشش کی مگر مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں کوئی ایسا مقام نہیں مل سکا۔ جہاں میں اعتراض کے لئے انگلی رکھ سکوں۔

ایک شخص بیان کرتا ہے کہ مسجد نبویؐ کے محلہ میں ایک بڑھیا عورت رہتی تھی۔ جو آنکھوں سے اندھی تھی۔ مگر اس کا گھر بہت صاف ستھرا نظر آیا کرتا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس عورت سے پوچھا۔ کہ تیرا گھر کون صاف کر جاتا ہے۔ اس نے کہا میں نہیں جانتی۔ صبح کے وقت ایک شخص آکر جھاڑو دے جاتا ہے راوی کہتا ہے کہ میں اس بات کی کھوج میں رہا۔ کہ وہ کون شخص ہے ایک روز میں صبح کی نماز میں شریک ہوا۔ دیکھا کہ خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو کر چپکے سے باہر نکل گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ دیکھا کہ حضور اس بڑھیا کے گھر میں داخل ہوئے۔ اور جھاڑو دیکر خاموشی سے واپس چلے آئے۔ کیا دنیا کی تاریخ کسی بادشاہ کی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے۔ کہ جس کے دل میں غریبوں کے لئے یہ درد اور سوز ہو۔ ناممکن۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب آپ دمشق فتح کر کے واپس آرہے تھے۔ دیکھا کہ جنگل میں ایک اپاہج بڑھیا بیٹھی ہے۔ حضرت موصوف نے اس سے پوچھا۔ کہ تو خلیفہ عمر کو جانتی ہے۔ وہ بولی لا جزاہ اللہ عنی (یہ کلمہ بڑی خفگی کے اظہار کے لئے بولا جاتا ہے) اگر کوئی اور ہوتا تو یہ سنکر چپیں بجبیں ہو جاتا۔ مگر صاحب موصوف نے نہایت ہمدردی سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ جب سے وہ خلیفہ مقرر ہوا ہے۔ مجھے ایک پیسہ نہیں دیا۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ بڑی اماں تم نے اس کے پاس اپنی خبر بھی بھیجی۔ اس پر وہ کہنے لگی کہ تو کیسا شخص ہے؟ اتنا بھی نہیں جانتا کہ خلیفہ رعایا کے لئے بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔ باپ اپنے بچوں کو تلاش کر کے پہلے ان کو کھلاتا ہے پھر آپ کھاتا ہے۔ اس اصول کے ماتحت اس کا فرض تھا۔ کہ وہ مجھے تلاش کرتا۔ میرا فرض نہیں کہ میں اسے اپنے متعلق اطلاع دوں۔ اگر کوئی اور ہوتا تو یقیناً اس بڑھیا کو ڈانٹنا شروع کر دیتا۔ مگر نہیں اس اپاہج بڑھیا کی گفتگو کو نہایت ہمدردی سے سنکر اپنی جیب سے چند دینار نکال کر پیش کئے۔ اور کہا کہ بڑی اماں تیرا مجرم میں ہی ہوں۔ اس ہدیہ کو قبول فرما اور خدا کے لئے میرا قصور معاف کر۔ یقیناً تاریخ ایسی مثالیں سوائے اسلام کے پیش کرنے سے عاجز ہے۔ گاندھی جی کی سادگی بلاشبہ قابل تعریف ہے۔ مگر اس سادگی کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سادگی سے کیا نسبت۔ گاندھی جی بلاشبہ ہندوستان کے ایک طبقہ کے لیڈر ہیں۔ مگر بادشاہ نہیں۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تو بااختیار بادشاہ تھے۔ بااختیار بادشاہ ہو کر پھر دنیا سے یہ دوری اور خدا کی مخلوق سے یہ ہمدردی یہ ایثار اور سادگی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سوائے اسلام کے اور کہیں بھی نظر نہیں آئے گی۔ اگر اس صاحب کو اسلام میں خدانخواستہ یہ بے نظیر نمونے نہ ملتے پھر تو وہ سادگی کے لئے گاندھی جی کی مثال مسلمانوں کے سامنے رکھ سکتے تھے۔ مگر جب مسلمانوں کے خلفاء اور بادشاہوں میں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ کہ جن کی گرد کو بھی گاندھی جی کی سادگی نہیں پہنچ سکتی۔ اور خود گاندھی جی بھی خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی انصاف اور ایثار اور سادگی پر رطب اللسان ہیں۔ اور انہوں نے کانگرسی وزارتوں کو خلفائے راشدین کے نمونے پر چلنے کی ہدایت کی ہے۔ تو پھر مسلمانوں کا ان بے نظیر نمونوں کو نظر انداز کر کے کسی اور کا نمونہ پیش کرنا زیب نہیں دیتا۔ بلکہ ایک طرح سے کفران نعمت ہے۔ یہ سیاکالوجی (نفسیات) کا اصول ہے۔ کہ جب ہم کسی اور کو نمونے کو سامنے لاتے ہیں۔ تو بالواسطہ یا بلاواسطہ ہم اس کی برتری کا اعتراف کرتے ہیں۔ دانستہ یا نادانستہ رنگ میں قوم پر جو اس کا اثر پڑ سکتا ہے۔ وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ ہاں اس کی بجائے ہمیں یہ کہنا چاہیئے۔ کہ موجودہ مسلمان جو مالی و سیاسی۔ تمدنی اور روحانی رنگ میں اس وقت بے حد پسماندہ ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بے مثل نمونوں کو اپنے لئے خضر راہ بنائیں۔ اس گئے گذرے زمانہ میں اس پسماندگی سے ابھرنے اور میدان مقابلہ میں بڑھنے کے لئے یہی ایک راہ ہے۔ جسے اختیار کر کے مسلمان بلاشبہ حسنات دارین سے سرفراز ہو سکتے ہیں۔

شذرات

مساوات اور ہندو

مسلمان بھی کتنے خوش عقیدہ واقع ہوئے ہیں۔ جو یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جس طرح ہم بنی نوع انسان کو مساوات دیتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے بھی ہوں گے۔ مسلمانوں نے ہندو کانگرسی سے یہ بجا مطالبہ کیا۔ کہ مرکز میں انہیں مساوی حقوق ملنے چاہئیں۔ ہندو کانگرس نے باوجود وعدہ کرنے کے موقعہ آنے پر صاف انکار کر دیا۔ اور ایسا ہونا لازمی تھا۔ کیونکہ جب ہندو اپنوں کو بھی مساوات نہیں دیتے۔ تو وہ مسلمانوں کو کیسے دے سکتے ہیں۔ جو حقوق برہمن کے ہیں۔ وہ کھشتریوں کے نہیں۔ اور جو کھشتریوں کے ہیں وہ ویشوں کے نہیں۔ اور جو ویشوں کے ہیں وہ شودروں کے نہیں۔ ویسے کہنے کو تو یہ شودروں کو اپنے گوشت کا پوست بھی کہہ دیں گے۔ مگر یہ کہنا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ "دارون سوگڑ پھاڑوں نہ ایک گڑ" بعض صوبوں میں بیچارے کہلانے والے شودروں کو اتنا بھی حق نہیں کہ جس سڑک پر ایک ویش یا برہمن وغیرہ چل سکتا ہے۔ وہ اس سڑک پر چل بھی سکیں۔ تو پھر ایسی ذہنیت کے لوگوں سے مسلمانوں کا مساوات کا مطالبہ کرنا چاند کو پکڑنا نہیں تو اور کیا ہے۔ باقی یہ ایک مسلم اصول ہے۔ کہ حقوق لئے جاتے ہیں دیئے نہیں جاتے۔

عمل ندارد

ویر بھارت لکھتا ہے۔ کہ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک فرد اپنی شخصیت کے اعتبار سے جداگانہ واقع ہوتا ہے۔ وہ اپنے خاندانی حالات سے بے نیاز رہتا ہے۔ اور وہ اپنے طبقہ سے نکل کر کسی دوسرے طبقہ میں چلا جاتا ہے۔ زندہ اور متحرک نظام میں یہی فرق ہوتا ہے اور ہندو سماج میں ہزاروں مثالیں ایسی ملیں گی۔ کہ سوسائٹی کے افراد اپنے گن کرم اور سبھاؤ کی بدولت کسی اور طبقہ میں منتقل ہو گئے۔" مجھے حیرانی ہے کہ ویر بھارت یہ باتیں خواب کی حالت میں کر رہا ہے یا اس جیتی جاگتی دنیا میں۔ کیونکہ ہندو دنیا میں موجودہ حالات میں کوئی بھی ایسی مثال نہیں ملتی۔ کہ ایک شودر جو اپنے گن کرم اور سبھاؤ میں برہمن کا درجہ رکھتا ہے۔ برہمنوں کی سوسائٹی نے اسے قبول کر لیا ہو۔ دور کیوں جاؤ۔ ڈاکٹر امبیدکر وغیرہ بہترین فاضل ہستیاں ہیں۔ جو اپنی علمیت اور فضیلت کے لحاظ سے کسی اچھے سے اچھے برہمن سے کم نہیں۔ کیا ہندو سوسائٹی ڈاکٹر امبیدکر وغیرہ کو برہمن کا درجہ دے سکتی ہے؟ اور اس درجہ میں رشتے ناطے کا سوال سب سے پہلے ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو خدا کو نہیں مانتا۔ اور کوئی پنڈت خدا کی ہستی کا انکار کر کے پنڈت یا برہمن نہیں رہ سکتا۔ مگر ہندو پریس انہیں فخریہ پنڈت لکھتا ہے۔ اور ناستکوں (دہریوں) کے لئے سوامی دیانند نے ویدوں اور منوسمرتی کی بنا پر ستیارتھ پرکاش میں جو فتویٰ دیا ہے۔ اسے کسی اور کی نسبت آریہ لوگوں کو زیادہ بہتر سمجھنا چاہیئے۔

ہندو دھرم میں عورت کے حقوق

ویر بھارت لکھتا ہے۔ کہ "لڑکی کے کوئی ایسے فرائض نہیں ہیں۔ اس لئے شاستر نے اسے کوئی حق نہیں دیا۔ لڑکی کو جو کچھ ملتا ہے اس کے اپنے ذاتی مفاد کے لئے ہوتا ہے۔ اور شادی کے بعد وہ اپنے خاندان سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ اور اس کا اپنا گوتر (قومیت) بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔" صرف یہی نہیں کہ ہندو دھرم عورت کو میکے اور سسرال سے ہی محروم رکھتا ہے بلکہ اس سے بھی آگے جاتا ہے۔ چنانچہ گوسائیں تلسی داس جی اپنی مشہور تصنیف رامائن میں عورت کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ ؎

ڈھول گنوار شودر پشو ناری ؛ یہ سب تاڑن کے ہنکانی

اس قول میں جو عورت کو درجہ دیا گیا ہے۔ میں اس کی تشریح میں بھی جانا پسند نہیں کرتا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ ہندو سماج عورت کو کیا درجہ دیتی ہے۔

اسلام اور عورت

دنیا میں اسلام پہلا مذہب ہے۔ جس نے عورت کو زیادہ سے زیادہ حقوق دیئے۔ ایک مسلمان لڑکی میکے سے بھی حصہ دار ہے اور سسرال میں بھی اور پھر حق مہر مزید برآں۔ تاریخ اس بات کی بہترین گواہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں کئی ایک بااختیار ملکہ اور سلطانہ بھی ہو گذری ہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اسلام نے عورت کے درجہ کو کتنا بلند کیا۔ نہ صرف عورت کے درجہ کو ہی بلکہ بحیثیت مجموعی بنی نوع انسان کو بھی کیونکہ اسلام میں نہ کوئی شودر ہے اور نہ ویشی۔ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اسلامی ممالک مثلاً عراق و عرب وغیرہ میں سید کہنے اور کہلانے کا بھی کوئی رواج نہیں۔ اگر اسلام کسی کو زیادہ سے زیادہ درجہ دیتا ہے۔ تو وہ شیخ کا ہے۔ جو ہر اک نیکوکار کے لئے موجود ہے۔

نظیر ندارد

ویر بھارت لکھتا ہے۔ کہ جگت گورو شنکر آچاریہ مہاراج نے اپنی صدارتی تقریر میں برہمن کشتری ویشی۔ شودر سب ہندو نر ناریوں سے اپیل کی۔ کہ وہ گیتا پڑھیں۔ اور سنسکرت ہماری راشٹریہ بھاشا (زبان) ہے۔ سب لوگ اسے پڑھیں۔ ..... برہمن کھشتری یا دوسرے ورنوں کے اندر جو اور بہت سی چھوٹی چھوٹی ذاتیں بن گئی تھیں ان کے درمیان بیاہ شادی پر کوئی پابندی نہ ہونی چاہیئے۔" اگر سنسکرت واقعی ہندوؤں کی قومی زبان ہے۔ تو پھر "ویر بھارت" کو بجائے اردو کے سنسکرت میں کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ اگر سنسکرت نہیں۔ تو ہندی میں ہی سہی۔ باقی رہا باہمی شادیوں کا سوال اور تو اور کوئی برہمن کشتریوں میں بھی رشتہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ یہ شرف صرف اسلام کو ہی ہے۔ ع

ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد

اچھوت پن

یہی اخبار آگے چل کر لکھتا ہے۔ کہ "ہریجن بھی ہری کیرتن کرے۔ تو اس کا اچھوت پن نشٹ ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر کہلانے والا اچھوت خدا کی عبادت کرے۔ تو اس کا اچھوت پن دور ہو جائیگا۔" یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ اول تو بے چارے اچھوتوں کو مندروں میں داخل ہونے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اگر کہیں انہوں نے اپنی معمولی جدوجہد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے یہ اجازت لی بھی ہے۔ تو ہندوؤں کو یہ اجازت کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے۔ اور آئے روز ان کے راستے میں روکیں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ بعض جگہ تو بچارے اچھوتوں کو صرف اس لئے اپنی جانوں سے ہاتھ دھونے پڑے۔ کہ انہوں نے مندر میں داخل ہونے کی کوشش کی۔

دوسرے کیا کر رہے ہیں

سوامی گنیشن دت جی نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ سناتن دھرم پرتی ندھی سبھا پنجاب ۱۸ لاکھ روپیہ سالانہ تعلیم پر اور ۸ لاکھ روپیہ سالانہ تبلیغ پر خرچ کر رہی ہے۔ اور ۳۶ برس میں اس نے سندھ پنجاب اور بلوچستان کی کایا پلٹ دی ہے۔ ..... ہمارے ۸۰ لہ کارکن (مبلغ) مختلف علاقوں میں کام کر رہے ہیں۔ اور کئی جگہ انہیں مسلمانوں اور عیسائیوں سے بھی ٹکر لینی پڑتی ہے۔

مزید مثال

آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ "جب ہم نے نئی دہلی میں برلا مندر کی عمارت شروع کی۔ تو اس وقت ہمارے پاس صرف تین سو روپیہ تھا۔ آج سولہ لاکھ روپیہ اس پر خرچ ہو چکا ہے۔ اور نہ معلوم ابھی اور کتنا خرچ ہوگا۔ ہندو یونیورسٹی پانچ کروڑ روپیہ کے خرچ سے بنی ہے۔ اور وہاں دس ہزار لڑکے پڑھتے ہیں۔ اسی یونیورسٹی کے لئے ۳۲ لاکھ کا مندر زیر تعمیر ہے۔" یہ اس مذہب کا حال ہے۔ جس میں اصولاً تبلیغ ممنوع ہے۔ اور باوجود اس ممانعت کے صرف پنجاب اور سندھ وغیرہ علاقہ میں ان کے ۸۰ لہ مبلغ کام کر رہے ہیں۔ اور ۸ لاکھ روپیہ سالانہ تبلیغ پر اور ۱۸ لاکھ روپیہ سالانہ تعلیم پر خرچ ہو رہا ہے۔ یہ صرف پنجاب کی سناتن دھرم سبھا کا حال ہے۔ دیگر سبھاؤں کی کوششیں اس کے علاوہ ہیں۔ اب مسلمان اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ قدرت بہت بے لحاظ ہے۔ قدرت اسی کا لحاظ کرتی ہے۔ جو قدرت کا ساتھ دیتا ہے۔ قدرت کا یہ اٹل اصول ہے۔ کہ جو جد و جہد کرے گا۔ وہی کامیاب ہوگا۔ جو کھٹکھٹائے گا۔ اسی کے لئے کھولا جائیگا۔ قرآن مجید سستی پر جتنا زور دیتا ہے۔ کوئی اور مذہب کیا دے گا۔ جب سے ہم نے اسلام کے اس سنہری اصول کو نظر انداز کیا۔ خدا نے بھی ہمیں نظر انداز کر دیا۔ ہماری جو طاقت تبلیغ پر خرچ ہونی چاہیئے۔ باہمی کشمکش میں خرچ ہو رہی ہے ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ دے۔ اب بھی بگڑی سنور سکتی ہے۔

"ٹریبیون" اور اردو

بابو پرشوتم داس ٹنڈن کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ اردو انگریزی ہی کی طرح ایک غیر ملکی زبان ہے۔ ٹریبیون رقمطراز ہے۔ کہ "یہ بالکل غلط روش ہے۔ اور اردو اسی طرح ایک دیسی بھاشا ہے۔ جس طرح ہندی دیسی بھاشا ہو سکتی ہے۔ اردو ہندوستان میں پیدا ہوئی اور پروان چڑھی۔ اور ہندوستان کے سوا اردو دنیا کے کسی دوسرے گوشہ کی زبان نہیں ہے۔" "ٹریبیون" نے کچھ ایسی باتیں بھی کہی ہیں۔ جن سے اردو کے حامیوں کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ پھر بھی ہندو لیڈروں اور ہندو جرائد میں اس قسم کی استثنائی مثالیں مل جائیں تو غنیمت ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ٹریبیون کے سلسلہ ادارت سے ایسے لوگ منسلک ہیں۔ جو علمی و ادبی اعتبار سے اردو کی خوبیوں کے معترف ہیں۔ اور ان سے یہی توقع تھی۔ کہ وہ ٹنڈن جی کے اس گمراہ کن اور شر انگیز نظریہ کی تردید کریں گے۔

یہ سنہری موقعہ پھر نہ ملیگا

جیسا کہ آپ اسی اخبار میں دوسری جگہ ملاحظہ فرمائینگے ۱۷ مئی کے نور کا وہ معرکۃ الآراء مضمون کہ سکھ اور مسلمان ایک دوسرے سے کس قدر قریب ہیں مکرم جناب نواب یاسین یار جنگ بہادر کے ارشاد گرامی پر نور کے آئندہ اشو میں دوبارہ شائع ہو رہا ہے۔ جس کی سو کاپیاں جناب نواب صاحب موصوف خرید فرمائیں گے۔ اس مضمون کی جتنی بھی اشاعت ہو کم ہے۔ اس لئے دوستوں کو اس کی جتنی کاپیاں مطلوب ہوں۔ براہ کرم جواب سے جلد اطلاع دیں۔ تاکہ اس حساب سے یہ پرچہ چھپوایا جائے۔ میرے کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ اس مضمون کی جتنی بھی زیادہ اشاعت ہوگی۔ تبلیغ کے لئے اتنا ہی میدان صاف ہوگا۔ اس لحاظ سے ہر ایک بہی خواہ یہ بہتر اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس مضمون کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی کس قدر اشد ضرورت ہے

آپ کے جواب کا منتظر
مینیجر نور قادیان

خلافت لائبریری ربوہ

اسپحرج کہانیاں

اس نام کی گورمکھی کتاب برائے تبصرہ آئی ہے حجم ۹۶ صفحات کاغذ عمدہ طباعت بہترین جلد خوبصورت سائز $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۱۶}$ اس میں پانچ کہانیاں ہیں۔ جو شستہ اور سبق آموز ہیں۔ زبان نہایت سلیس اور کشش آمیز۔ بغیر ختم کئے انسان کتاب کو چھوڑ نہیں سکتا۔ قیمت ایک روپیہ پتہ:۔ ماسٹر کرم سنگھ جی گنگا والا بلڈنگ خالصہ کالج امرت سر۔

ایک دلچسپ سفر

آج کل سیٹ ریزرو کرائے بغیر سفر کرنا اور پھر خصوصاً اس شخص کے لئے جو بیمار بھی ہو۔ خاصہ تکلیف دہ ہے مگر مجھے ۲۲ جولائی کو صبح دس بجے تار ملی۔ کہ میں ۲۳ اور ۲۴ کے درمیان پہنچ جاؤں۔ ریزرویشن کے لئے کم از کم ایک ہفتہ کا وقفہ چاہیئے۔ لہٰذا اس حالت میں سیٹ کے ریزرو کرانے کی کوئی صورت ہی نہ تھی۔ اور بغیر سیٹ ریزرو کرائے سیکنڈ میں سفر کرنا خصوصاً رات کے وقت بعض حالتوں میں انٹر سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اور میرا سفر تو رات کا ہی تھا۔ اس لئے ان حالات میں انٹر میں سفر کرنا مناسب سمجھا۔ لدھیانہ تک تو اچھی جگہ نہ ملی۔ مگر لدھیانہ سے اچھی جگہ مل گئی۔ اور کچھ برائے نام نیند بھی آگئی۔ ۲۵ کی صبح کو چھ بجے میں کالکا پہنچا۔ کالکا سے آگے سامان اپنے ساتھ نہیں رکھنے دیتے۔ کیونکہ چھوٹی لائن ہے۔ اور ڈبے بہت تنگ۔ اس لئے سامان بک کروانا پڑتا ہے۔ اور یہ بھی ایک مرحلہ ہے۔ بک کروانے میں قریباً ۲۰ - ۲۵ منٹ لگے۔ اور پھر میں نے اپنے سامنے ہی اپنا سامان اس ٹرین کی بریک میں رکھوایا۔ جس میں میں سفر کر رہا تھا۔ تاکہ سامان میرے ساتھ ہی پہنچ جائے۔ اس اثناء میں سب ڈبے مسافروں سے بھر چکے تھے ایک ایک خانہ میں دس کی بجائے بیس بیس آدمی پیک ہوئے ہوئے تھے۔ ایک کریلا دوسرے نیم چڑھا۔ ایک تو لائن بہت چھوٹی اور پھر انٹر کا ایک ہی کمرہ اور وہ بھی بہت ہی تنگ۔ بھیڑ کی سیکنڈ کلاس میں بھی قریباً یہی حالت تھی۔ جوں توں کر کے میں سوار تو ہو گیا۔ بیٹھنا تو درکنار کی بات رہی کھڑے ہونے کو بھی جگہ نہ تھی۔ میں بہت پچھتایا کہ بہتر ہوتا میں بذریعہ کار یا بس جانے کا کوئی انتظام کر لیتا۔ نو کی بجائے کوئی بیس مسافر سوار تھے۔ اور دم گھٹا جا رہا تھا۔ تیسرے یا چوتھے سٹیشن پر پہنچ کر کہیں بیٹھنے کے لئے کچھ جگہ ملی۔ بارش نہایت زور سے برس رہی تھی۔ کنڈا گھاٹ پہنچ کر تو بارش موسلا دھار تھی۔ قریباً ساڑھے بارہ بجے میں کنڈا گھاٹ کے اس دفتر میں پہنچا جو مہمانوں یا مسافروں کے چالان بھیجنے کا انتظام کرتا ہے اس وقت اس ڈیوٹی پر بابو پیارے لال تھے۔ جو شریف طبع اور مہمانوں یا مسافروں کے آرام کا بہت خیال رکھتے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی اثناء میں جناب داس جی ریٹائرڈ پرائیویٹ سیکرٹری گورنمنٹ پٹیالہ بھی تشریف لے آئے۔ وہ بھی چائل جا رہے تھے۔ بابو پیارے لعل صاحب نے کہا۔ کہ بوجہ بارش لائن کچھ خراب ہے۔ آپ کے لئے چائل فون تو کر دیا ہے۔ مگر کار دو گھنٹہ سے پہلے نہیں پہنچ سکے گی۔ اور اگر آپ پسند کریں۔ تو آپ کے لئے اور داس جی کے لئے لاری جو ابھی جا رہی ہے، کی فرنٹ سیٹوں پر انتظام کروا دیا جائے۔ اور اس سے آپ دو گھنٹے میں پہنچ جائیں گے۔ اور کار پر کم از کم ساڑھے تین گھنٹہ میں کیونکہ کار چائل سے آپ کے لئے آئیگی۔ دو گھنٹے آنے کے لئے اور پھر دو ڈیڑھ گھنٹے واپسی کے لئے۔ میں نے کہا کہ مجھے لاری میں بیٹھنے میں کوئی دریغ نہیں۔ اور داس جی بھی آمادہ تھے۔ اور ہم فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ قریباً تین بجے چائل پہنچ گئے۔ لاری نے مجھے اور داس جی کو سوا تین بجے کے قریب انڈین گیسٹ ہاؤس میں پہنچا دیا۔ کھانا کھایا کچھ آرام کیا۔ اور نماز پڑھی۔ بارش کا سلسلہ ابھی تک کم و بیش جاری تھا۔ کوئی شام کے ساڑھے سات بجے کے قریب انڈین گیسٹ ہاؤس کے بابو رلیا رام صاحب جو خوش خلق ہیں۔ اور مہمانوں کا اچھا خیال رکھتے ہیں۔ میرے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ ابھی ابھی فون آیا ہے۔ اور یورپین گیسٹ ہاؤس میں آپ کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ دراصل آپ کی رہائش کا وہیں انتظام تھا۔ اور لاری نے غلطی سے یہاں پہنچا دیا۔ اور نیز کل سوا دس بجے صبح شری حضور مہاراجہ بہادر (والئے پٹیالہ) سے آپ کی ملاقات ہے۔ میں نے کہا کہ اب تو شام ہو چکی ہے۔ اور یورپین گیسٹ ہاؤس میں میں کل ہی جاؤں گا۔ ۲۶ کی صبح کو میں قریباً چار بجے اٹھا۔ گرم پانی سے غسل لیا۔ نماز پڑھی۔ چائے پی۔ اور ٹھیک دس بجے قصر شاہی میں لے جانے کے لئے کار آگئی۔ جس نے مجھے سوا دس بجے سے پہلے شاہی محل میں پہنچا دیا۔ شاہی محل بہت پر فضا اور نہایت ہی شاندار ہے۔ ملاقات کے کمرہ میں اور بھی چند دوست بیٹھے تھے۔ جن میں میرے ذاتی واقف صرف داس جی ریٹائرڈ پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ ابھی مجھے بیٹھے دس یا پندرہ منٹ ہی ہوئے ہوں گے۔ کہ ایک اے۔ ڈی سی صاحب آئے۔ کہ تشریف لے چلیئے۔ سرکار والا نے یاد فرمایا ہے۔ ویٹنگ روم سے ملاقات کا کمرہ صرف دو تین منٹ کے فاصلہ پر ہی تھا۔ مگر کچھ تھوڑی سی چڑھائی ہے۔ ملاقات کے منتظم جناب کرنل حامد حسن خاں صاحب بہادر ملٹری سیکرٹری تھے۔ جو بہت ہی خوش خلق اور بہترین منتظم ہیں۔ اور ڈیوٹی کے ایسے پابند کہ جس کی نظیر بہت ہی کم ملے گی۔ آپ بڑی محبت سے ملے۔ السلام علیکم اور مصافحہ کے لئے پیش قدمی فرمائی۔ فرمانے لگے۔ کہ آپ کچھ دو منٹ دم لے لیں۔ تو یہ زیادہ بہتر رہیگا کیونکہ کچھ چڑھائی تھی غور کیجئے کہ آپ کو ایک مہمان کے آرام کا کس قدر احساس ہے۔ اور خدا نے اس صفت میں صاحب موصوف کو خاص طور پر نوازا ہے۔ دو منٹ کے بعد آپ نے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ اور فرمایا کہ ملاقات کے لئے آپ اندر تشریف لے جائیں۔ شری حضور مہاراجہ صاحب بہادر خاکسار کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ پہلے مجھے بٹھلایا اور پھر آپ تشریف فرما ہوئے۔ خیر و عافیت دریافت فرمائی۔ غور کیجئے اخلاق کی کتنی بلندی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

تواضع زے گردن فرازان نکوست
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

قریباً آدھ گھنٹہ ملاقات رہی اور یہ آدھ گھنٹہ میری زندگی میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے میں نے اس آدھ گھنٹہ میں شاہانہ اخلاق کا وہ نمونہ دیکھا۔ کہ قلم اس کے اظہار سے قاصر ہے۔ جب میں آنے لگا۔ تو پھر شری حضور مہاراجہ صاحب بہادر ازراہ شاہانہ اخلاق کھڑے ہو گئے اور مصافحہ کا فخر بخشا۔ اس ملاقات میں میں نے وہ خوشی حاصل کی۔ جو اپنی نظیر آپ ہی تھی۔ جب میں ملاقات کے بعد ویٹنگ روم میں واپس آیا۔ تو راجہ فیروز خاں صاحب جو وہاں بعض محکموں کے انچارج ہیں۔ اور بہت اچھے خلق کے مالک ہیں۔ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ کسی کے ذریعہ ملٹری سیکرٹری صاحب کے پاس یہ پیغام تو پہنچا دیجئے۔ کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے۔ راجہ صاحب خود ہی تشریف لے گئے کوئی پانچ منٹ کے بعد واپس آکر فرمایا۔ کہ ملٹری سیکرٹری صاحب بہادر کا ارشاد ہے۔ کہ میں آپ سے ضرور ہی ملوں گا۔ مگر ابھی آپ دو چار روز آرام کریں۔ تاکہ آپ کے سفر کی کوفت دور ہو جائے۔ جب میں آنے لگا۔ تو راجہ فیروز خاں صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ تشریف رکھیئے۔ ابھی آپ کے لئے کار آجائیگی۔ اسی وقت انہوں نے فون کیا۔ اور کار چند منٹوں میں پہنچ گئی۔ وہاں سے واپس آکر کھانا کھایا۔ اور کچھ مطالعہ کیا۔ اور بابو رلیا رام صاحب سے کہا کہ آپ اب یورپین گیسٹ ہاؤس میں مجھے پہنچا سکتے ہیں۔ چنانچہ میں اس روز قریباً پانچ بجے یورپین گیسٹ ہاؤس میں پہنچا۔ یورپین گیسٹ ہاؤس کی شان کے کیا کہنے۔ مجھے وہاں بہت آرام ملا۔ چونکہ مجھے ذیابیطس کا عارضہ ہے۔ کیا خوراک کے لحاظ سے اور کیا بہترین جگہ ہونے کے لحاظ سے ایسے بیمار کے لئے ایسی اچھی جگہ جس قدر موزوں ہو سکتی ہے۔ اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس کے لئے میں گورنمنٹ پٹیالہ کا بہت مشکور ہوں۔

بالعموم میں ساڑھے چار بجے صبح اٹھ بیٹھتا ہوں۔ وہاں کا موسم ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ ہمارے ہاں شروع دسمبر کا ہوتا ہے۔ رات لحاف اوڑھ کر سونا پڑتا ہے۔ غسل خانہ میں گرم پانی ہر وقت موجود رہتا ہے۔ ایک نل ٹھنڈے پانی کے لئے اور ایک گرم کے لئے۔ ساڑھے چار بجے اٹھا۔ پہلے گرم پانی سے غسل لیا۔ نماز پڑھی۔ اس کے بعد چائے پی۔ اور میں نے مہمان خانہ کے ایک کارکن سے کہا۔ کہ میں ابھی راجہ فیروز خاں صاحب سے ملنے جاؤں گا۔ کار کے لئے فون کر دیں۔ آدھ گھنٹہ کے اندر کار پہنچ گئی۔ جس نے مجھے پندرہ منٹ میں راجہ فیروز خاں صاحب کے بنگلہ پر پہنچا دیا۔ وہاں ہی چودھری حسن خاں صاحب رئیس مرنگ جو میرے ۱۹۴۷ء سے واقف ہیں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آدھ گھنٹے کے بعد میں واپس آیا۔ اور ملازم نے کہا کہ آپ بریک فاسٹ کس وقت لیں گے۔ میں نے کہا ساڑھے نو بجے۔ ساڑھے نو بجے بریک فاسٹ لینے کے بعد ویٹر نے دریافت کیا۔ کہ آپ لنچ کس وقت لیں گے۔ میں نے کہا لنچ کی ضرورت نہیں میں نے بارہ بجے کا کھانا مدت سے چھوڑا ہوا ہے۔ البتہ ٹھیک چار بجے چائے مل جانی چاہیئے۔ اس کے بعد میں سیر کو نکل گیا۔ یہاں سیر کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ کیونکہ بارش اکثر ہوتی ہے جب بھی میں دیکھتا ہوں۔ کہ آسمان کچھ صاف ہے۔ میں سیر کے لئے نکل جاتا ہوں۔ سیر سے واپسی پر میں نے ایک گورمکھی کتاب جس کا نام "قلم کی کرامات" اور جس کے مصنف ڈاکٹر بلبیر سنگھ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں۔ پڑھی۔ ان کی کتاب کے پڑھنے سے میں نے یہ اندازہ لگایا۔ اس صاحب کو اسلام کی بہت ہی سطحی واقفیت ہے۔ یہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ اسلام نے عورت کو کوئی حقوق نہیں دیئے۔ حالانکہ اسلام جو حقوق عورت کو دیتا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔ اسلام میکے اور سسرال کی جائیدادوں سے عورت کو حقوق دلاتا ہے۔ پھر حق مہر مزید برآں۔ یہ اسلام کو ہی فخر ہے۔ کہ اس میں آپ عورتوں کو خود مختار حکمران پائیں گے۔ اور ایسے شاندار واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ ان صاحب کو جہاں بھی موقعہ ملا ہے۔ اسلام کے متعلق ایسے ہی رنگ میں اپنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خیالات کا اظہار کیا ہے اگر ان کا مطالعہ اسلام کے متعلق گہرا ہوتا۔ تو یقیناً ان کی معلومات کا رنگ یہ نہ ہوتا۔ اس کے متعلق انشاء اللہ میں علیحدہ مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

۲۸ جولائی۔ وہی حسب دستور ساڑھے چار بجے اٹھا۔ غسل لیا۔ نماز ادا کی۔ یہاں مجھے کوئی کام نہیں۔ پڑھنا۔ سیر کرنی۔ اسے افسوس کی بات سمجھئے یا خوشی کی کہ مجھے شروع سے ہی دن کے وقت سونے کی عادت نہیں۔ اس لئے میں اس نعمت (اگر اسے نعمت کہا جائے) سے شروع سے ہی محروم ہوں۔ آٹھ بجے کے قریب میں نے ویٹر کو کہا۔ کہ آپ کار کے لئے فون کر دیں۔ کہ میں ملٹری سیکرٹری صاحب بہادر سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ فون کے بعد انہوں نے جواب دیا۔ ملٹری سیکرٹری صاحب بہادر تو دو دن کے لئے پٹیالہ تشریف لے گئے ہیں۔ آج کا دن بھی کچھ سیر اور کچھ اخبارات کے پڑھنے میں گزرا۔ سٹیٹس مین مجھے گیسٹ ہاؤس سے مل جاتا ہے۔ اور بعض روزانہ اردو اخبار میں بازار سے منگوا لیتا ہوں۔ اس طرح دن کا کچھ حصہ گزر جاتا ہے۔ اور باقی حصہ سیر۔

۲۹ جولائی۔ میں سیر کرتا ہوا انڈین گیسٹ ہاؤس میں پہنچا۔ معلوم ہوا کہ آج کسی وقت ملٹری سیکرٹری صاحب بہادر تشریف لے آئیں گے۔ انڈین گیسٹ ہاؤس میں ایک نوجوان پروفیسر عبد الغفار یا عبد الغفور صاحب سے اتفاق حسنہ سے ملاقات ہوئی۔ باتوں باتوں میں معلوم ہوا۔ کہ یہ باہمت نوجوان انگریزی۔ فارسی اور عربی کا ایم۔اے ہے۔ علاوہ اس کے ادیب فاضل۔ منشی فاضل اور مولوی فاضل بھی ہے۔ آجکل یہ پٹیالہ کالج میں انگریزی کے پروفیسر ہیں۔ اور سب سے عجیب بات یہ کہ انہوں نے قریباً میرا سب لٹریچر پڑھا ہوا ہے۔ اور میرے کام سے بخوبی واقف اور قدر دان

۳۰ جولائی۔ آج میں نے قریباً آٹھ بجے صبح ملٹری سکرٹری صاحب بہادر کو ملاقات کے لئے فون کیا۔ جواب آیا۔ کہ مجھے اچانک ہی دو روز کے لئے پٹیالہ جانا پڑا۔ آج میں کسی وقت گیسٹ ہاؤس میں پہنچ جاؤں گا۔ اسی لئے میں تمام دن صاحب موصوف کا انتظار کرتا رہا۔ اور کہیں باہر نہ جا سکا۔ اتفاق حسنہ سے ان کے ہیڈ کلرک جن کا نام غالباً سوڈھی نریندر سنگھ صاحب ہے تقریباً پانچ بجے شام تشریف لے آئے۔ میں نے ان سے ذکر کیا۔ تو فرمانے لگے کہ آج کرنل صاحب (ملٹری سیکرٹری) غیر معمولی مصروف ہیں۔ اور سات بجے سے پہلے ان کو شاید ہی فرصت ہو۔ میں نے کہا کہ کیا اس صورت میں میں سات بجے تک سیر کر سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ بخوشی۔ چنانچہ میں فوراً ہی سیر کو چل دیا اور خوب سیر کی۔ پورے سات بجے واپس پہنچ گیا۔ مگر ملٹری سیکرٹری صاحب بہادر بوجہ غیر معمولی مصروفیت کے تشریف نہ لا سکے۔ دراصل صاحب موصوف ایک طرح سے وزیر حضوری ہیں اور قریباً صبح دس بجے سے لیکر شام کے دس بجے تک انہیں سرکار والا کی حضوری میں ہی رہنا پڑتا ہے۔ اپنے کام میں بہت چوکس اور ہر وقت تازہ دم۔ یہ خوبی بہت کم لوگوں میں ملے گی۔ خدام کو بذریعہ فون مجھے اطلاع ملی۔ کہ کل گیارہ بجے کار میرے پاس پہنچ جائے گی۔ اور زمیر والا (شاہی محل) میں ہی ملٹری سیکرٹری صاحب بہادر سے بآسانی مل سکوں گا۔

۳۱ جولائی۔ پونے گیارہ بجے کار پہنچ گئی۔ جس نے مجھے دس منٹ کے اندر اندر شاہی محل میں پہنچا دیا۔ میں ویٹنگ روم میں جا کر بیٹھ گیا۔ اور ملٹری سیکرٹری صاحب بہادر کی خدمت میں اطلاع کروا دی۔ اتفاق حسنہ سے جناب داس جی ریٹائرڈ پرائیویٹ سیکرٹری بھی تشریف لے آئے۔ فرمانے لگے کہ میں نے آپ کا مہندی ترجمہ کلام مجید پڑھا اور اس کے پڑھنے سے مجھے بہت ہی روحانی سرور حاصل ہوا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہندی سیرت کے لئے مجھ سے پیسے ابھی لے لیجئے۔ اور جا کر فوراً ہی بھجوا دیجئے۔ میں نے عرض کیا کہ دوستوں سے پیسے نہیں لئے جاتے۔ "حساب دوستاں در دل دوستاں"

یہ صاحب بنگالی جنٹلمین ہیں۔ مگر مہندی اور گورمکھی بھی خوب جانتے ہیں۔ اس عرصہ میں ملٹری سیکرٹری صاحب بہادر بھی تشریف لے آئے۔ ابھی دو منٹ ہی گفتگو ہوئی تھی۔ کہ ایک اے۔ ڈی۔ سی دوڑتے ہوئے ملٹری سکرٹری صاحب بہادر کے پاس آئے۔ کہ سرکار والا نے یاد فرمایا ہے ملٹری سیکرٹری صاحب یہ کہہ کر کہ میں ابھی آیا تشریف لے گئے۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ کہ آپ کو مصروفیت بہت رہتی ہے۔ اڑھائی گھنٹے کے بعد پرائیویٹ سیکرٹری صاحب بہادر سوڈھی جے سنگھ جی تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ کہ ابھی ابھی بذریعہ فون مجھے ملٹری سیکرٹری صاحب نے کہا ہے۔ کہ آج شام سے پہلے وہ فارغ نہ ہو سکیں گے۔ اور وہ فرماتے ہیں۔ کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ کل میں ضرور کسی وقت ملاقات کے لئے وقت نکالوں گا۔ آج طبیعت سست اور بوجھل تھی۔ ناشتہ لیا اور چار بجے تک طبیعت بالکل ٹھیک ہو گئی۔

یکم اگست۔ آج صبح سے بارش موسلا دھار پڑ رہی ہے۔ ایک دو دفعہ سیر کے لئے کوشش بھی کی مگر بارش نے کوئی پیش نہ جانے دی۔ ٹھیک گیارہ بجے کار بھیجی۔ اور ڈرائیور نے کہا کہ کرنل صاحب بہادر کرکٹ گراؤنڈ میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ کار نے پانچ منٹ میں ہی وہاں پہنچا دیا۔ اور وہیں ملٹری سیکرٹری صاحب بہادر سے ملاقات ہوئی۔ آپ بہت ہی صاحب اخلاق ہیں۔ اور پبلک میں نیک شہرت کے مالک غریب اور امیر سب آپ کے بہت مداح ہیں۔ آپ غریب سے غریب کی بات کو بھی نہایت ہمدردی اور توجہ سے سنتے ہیں۔ جب میں صاحب موصوف کی ملاقات سے واپس آیا۔ تو اس وقت بھی بارش موسلا دھار ہو رہی تھی۔ ہاں ساڑھے بارہ بجے مطلع قریباً صاف ہو چکا تھا۔ اور میں نے ویٹر کو کہا۔ کہ فون کریں کہ ایک بجے کار ضرور پہنچ جائے۔ جو مجھے تین بجے تک کنڈا گھاٹ پہنچا دے۔ آج میں واپس جا رہا ہوں۔ گیسٹ ہاؤس میں میں نے دو شخصوں کو بہترین کارکن پایا۔ اول رام سنگھ ویٹر کو اور پھر عبد المجید خاں بیرہ کو۔ رام سنگھ مہمانوں کا بہت خیر خواہ اور اپنی ڈیوٹی کو بہتر سمجھنے والا۔ یہ خوبیاں اس شخص کی بہترین سفارشی اور ضامن ہیں کہ ایسے اچھے کارکن کو زیادہ سے زیادہ تو سیتا ملنی چاہیئے۔ اور ایسے ہی عبد المجید خاں بھی مہمانوں کا ہمدرد اور اپنے فرائض کو بخوبی بجا لانے والا اور یہ خوشی کی بات ہے کہ جناب سردار ہرچند سنگھ صاحب افسر صیغہ کو اپنے دونوں کارکنوں کا بہت خیال ہے۔ ٹھیک ایک بجے کار پہنچ گئی۔ مگر معلوم ہوا کہ کنڈا گھاٹ سے ڈاک کی لاری آ رہی ہے۔ جب تک وہ چائل نہ پہنچ جائے۔ یہ کار روانہ نہیں ہو سکتی۔ بوجہ سڑک کے تنگ ہونے کے چائل سے کنڈا گھاٹ سنگل ٹریفک ہے۔ کار قریباً ڈھائی بجے کے بعد روانہ ہوئی۔ اسی کار پر دو اور سکھ سردار بھی کنڈا گھاٹ جا رہے تھے۔ ایک تو سردار سرندر سنگھ صاحب جو آنجہانی سردار سندر سنگھ صاحب بیٹھ کے صاحبزادے ہیں۔ اور دوسرے سردار بہادر سردار سمنگل سنگھ صاحب جو سردار سرندر سنگھ صاحب کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ راستے میں گفتگو نے بہت لطیف رنگ اختیار کر لیا۔ سردار سرندر سنگھ صاحب فرمانے لگے۔ کہ کیا خدا کو مستقبل کے پروگرام کا علم ہے۔ میں نے عرض کیا یقیناً اگر یہ بات نہ ہو۔ تو سرب کلا سمرتھ اور گیان مئے یا گیان کل اور "جانی جان" کے معنے ہی کیا ہیں؟ دوسرے سکھ سردار صاحب نے بھی میری تائید کی اور خود متکلم صاحب نے بھی۔ پھر آپ فرمانے لگے کہ ہم تو اوا گون کو مانتے ہیں۔ اور اس کا صریح ثبوت یہ ہے۔ کہ ایک باپ کے پانچ بچے ہیں ایک کی صحت اعلیٰ اور دوسرے کی بگڑی ہوئی۔ ایک نیک دوسرا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک عاقل دوسرا کند ذہن۔ اور یہ سب پچھلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ ورنہ یہ تفاوت کیوں؟ میں نے عرض کیا۔ کہ اس تفاوت کے اسباب کے متعلق اسلام کا نقطہ نگاہ آپ سے کچھ مختلف ہے۔ اس تفاوت کے مختلف اسباب ہیں۔ اگر گندم بجائے اکتوبر و نومبر کے فروری یا مارچ میں بوئی جائے۔ تو قدرتی طور پر ایسی گندم ناقص رہے گی۔ یا گندم اپنے وقت پر بوئی تو گئی ہے۔ مگر اسے وقت پر پانی نہیں ملا۔ وہ بھی ناقص رہے گی۔ بیج اچھا ہے مگر زمین ناقص۔ تو پھر بھی نتیجہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ ایک شریف لڑکے کو شریر لڑکوں کی صحبت میں چھوڑ دو۔ یقیناً وہ بھی شریر ہو جائیگا۔ اور ایک شریر لڑکے کو شریف لڑکوں کی صحبت میں رکھ دو۔ یقیناً آہستہ آہستہ وہ بھی شریف ہو جائیگا۔ انسان کے بنانے اور بگاڑنے میں ماحول اور صحبت کو بڑا دخل ہے۔ باقی رہا امیری اور غریبی کا سوال۔ کئی ایک حالات میں امارت موجب زحمت ہو جاتی ہے۔ اور غریبی موجب رحمت۔ اسی لئے ہندی کا یہ مشہور مقولہ ہے۔

تیوں راج دجوں ٹوک یعنی تپسیا کرنے سے تو راج ملتا ہے۔ اور اگر راج کا ناجائز فائدہ اٹھایا جائے۔ تو اس کا نتیجہ نرک یعنی دوزخ ہوتا ہے۔ قانون قدرت بہترین منصف ہے۔ کیونکہ وہ بے لحاظ ہے۔ لہٰذا جو لوگ قانون قدرت پر چلیں گے۔ یقیناً قانون قدرت اسے اپنے انعام سے خوشحال کر دیگا۔ اور جو اس کی خلاف ورزی کریں گے۔ قانون قدرت ان کا ساتھ نہیں دیگا۔ اس لئے انسان خود ہی اپنی تقدیر بناتا اور خود ہی بگاڑتا ہے۔ تبھی تو کرشن جی مہاراج نے یہ کہا ہے۔ کہ انسان خود ہی اپنا دوست ہے اور خود ہی دشمن۔ غرضیکہ چائل سے لیکر کنڈا گھاٹ تک قریباً ڈیڑھ گھنٹہ اس گفتگو میں وقت بہت ہی اچھا گزرا۔ جب ہم کنڈا گھاٹ پہنچے تو سردار صاحبان کی کار انہیں شملہ لے جانے کے لئے کھڑی تھی۔ ہم ایک دوسرے سے بڑی محبت سے رخصت ہوئے۔ اور سردار سرندر سنگھ صاحب نے فرمایا۔ کہ قرآن مجید کے گورمکھی ترجمہ کی ایک کاپی مجیٹھ ہاؤس ایسٹ شملہ کے پتہ پر میرے نام وی۔ پی کر دیں۔ جب میں کنڈا گھاٹ کے اسٹیشن پر پہنچا۔ تو گاڑی کھڑی تھی۔ مگر ٹکٹ دینے والے بابو نے ٹکٹ دینے سے انکار کر دیا۔ کہ میں نے ٹکٹ دینے بند کر دیئے ہیں۔ مگر کچھ نرمی اور کچھ گرمی سے کام بن گیا۔ اور میں بابو صاحب کا مشکور ہوں۔ کہ انہوں نے مجھے ٹکٹ دے دیا۔ ورنہ دوسری گاڑی کے لئے مجھے کافی دیر تک انتظار کرنی پڑتی۔ بارش تو قریباً کنڈا گھاٹ سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ قریباً آٹھ بجے کالکا پہنچ گئے۔ وہاں سے بڑی لائن شروع ہوتی ہے۔ کالکا میں بھی زور سے بارش شروع تھی۔ کالکا سے قریباً دس بجے ٹرین روانہ ہوئی۔ بارش برابر ہو رہی تھی۔ اور آدھ گھنٹہ کے بعد ڈبہ کی چھت نے ٹپکنا شروع کیا۔ اور جالندھر تک ساتھ دیا۔ بارش کی رفتار ٹپکا کبھی تیز ہو جاتا تھا اور کبھی نرم۔ اسے آپ بارش در بارش بھی کہہ سکتے ہیں۔ بھلا اس ٹپکہ میں نیند کو آنے کی جرأت ہی کیسے ہو سکتی تھی؟ اگر اس میں ڈھارس کی کوئی بات تھی تو یہ کہ قدرت سب کو ہی یہ گھنٹہ برابر دے رہی تھی۔ اسی لئے تو کسی نے یہ کہا ہے کہ "مرگ انبوہ جشن دارد" جاگتے جاگتے ہی سب نے رات گذاری۔ اس

عالیجناب نواب لیسین یار جنگ بہادر
دفتر نور میں

۲ر اگست کا دن مجھے ہمیشہ ہی یاد رہے گا۔ جبکہ محترم نواب لیسین یار جنگ بہادر دفتر نور میں تشریف لائے۔ اس کا مفصل حال آپ اسی اخبار میں "ایک دلچسپ سفر" کے تحت ملاحظہ فرمائیں گے

خانہ میں ایک صاحب جن کا نام علاء الدین صاحب صدیقی تھا جو ایم۔ اے اور ایل۔ ایل۔ بی بھی تھے۔ انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ فرمانے لگے۔ میں نے آپ کا سب لٹریچر پڑھا ہے۔ میرے پاس کچھ نور کے فائل بھی ہیں۔ آپ کا کام بہت شاندار اور قابل قدر ہے۔ آپ میرے نام اس پتہ پر قرآن مجید گورمکھی ہندی بینز گورمکھی و ہندی۔ سیرتوں کی ایک ایک کاپی وی۔ پی کر دیں۔ ۲ر اگست گاڑی صبح ۶½ بجے امرت سر پہنچی۔ ریفرشمنٹ روم میں جا کر چائے پی۔ گاڑی کی روانگی میں خاصی دیر تھی۔ اس لئے کچھ چیزیں خریدنے کے واسطے شہر چلا گیا۔ مگر مجھے اپنی خرید فروخت کو نامکمل ہی چھوڑنا پڑا۔ کیونکہ گاڑی نے ۷½ بجے روانہ ہونا تھا اور میں سوا گیارہ بجے سٹیشن پر پہنچ گیا۔ مگر گاڑی چلی تو پورے ایک بجے یعنی پورا ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ۔ راستہ میں بارش خوب ہوتی آئی تھی کہ جب قادیان پہنچا۔ اس وقت بھی بارش تھی اور خاصی تھی۔ گاڑی تین بجے قادیان پہنچی۔ میر الڑکا عزیز بشیر احمد سٹیشن پر موجود تھا۔ راستہ خراب تھا اور ایک جگہ تو بے حد ہی خراب۔ بے چاری مستورات اور ضعیف لوگوں کے لئے گذرنا بے حد مشکل تھا۔ کمیٹی کو اس طرف فوراً توجہ دینی چاہیئے۔ راستے کی خرابی کی وجہ سے میں ساڑھے تین بجے کے بعد گھر پہنچا۔ بارش بھی خوب ہو رہی تھی۔ رات نیند نہ آنے کی وجہ سے میں اپنے آپ میں کچھ زیادہ ہی تکان محسوس کر رہا تھا۔ ابھی مجھے بیٹھے دس ہی منٹ ہوئے ہوں گے۔ کہ ایک چھوٹا لڑکا آکر مجھے کہنے لگا۔ کہ ایک صاحب آپ کو باہر بلا رہے ہیں۔ میں فوراً ہی باہر گیا۔ دیکھا تو ایک ضعیف العمر بزرگ کھڑے ہیں۔ برساتی اوڑھے ہوئے ایک ہاتھ میں بیگ ہے۔ مگر ان کا عزم اور ہمت نوجوانوں کو مات کر رہی تھی۔ فرمانے لگے۔ ایڈیٹر صاحب نور کا یہی مکان ہے۔ میں نے کہا ارشاد فرمایئے۔ فرمانے لگے ایڈیٹر نور آپ ہی ہیں۔ میں نے عرض کیا حکم۔ فرمانے لگے۔ کہ میں نے آپ سے چند باتیں کرنی ہیں۔ میں نے یہ سمجھا۔ کہ یہ صاحب مہمان خانہ میں ٹھیرے ہوئے ہیں۔ اور ملنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اگر جناب اسے کل پر رکھ سکیں۔ تو میں آپ کا بے حد مشکور ہونگا۔ کیونکہ میں ابھی ابھی سفر سے واپس آیا ہوں۔ اور تکان محسوس کر رہا ہوں۔ کل ان شاء اللہ بہت آرام سے گفتگو کریں گے۔ فرمانے لگے نہیں میں تو ابھی واپس جا رہا ہوں۔ مجھے مطلقاً فرصت نہیں۔ اور میں ٹرین سے اتر کر سیدھا آپ کی طرف ہی آ رہا ہوں۔ میں چھ بجے کی گاڑی پر میرا واپس جانا نہایت ضروری ہے اب میری آنکھیں کھلیں۔ باوجود ضعیف العمری کے ان کا عزم ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ صاحب غیر معمولی شخصیت کے مالک ہیں۔ میں انہیں اپنے دفتر میں لے آیا۔ کیونکہ میں کئی دنوں کے بعد سفر سے واپس آیا تھا۔ اس لئے دفتر کی حالت بھی ٹھیک نہ تھی۔ اس لئے مجھے صاحب موصوف سے معذرت کرنی پڑی۔ فرمانے لگے۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ میں اسے بخوبی سمجھتا ہوں۔ تشریف رکھنے کے بعد فرمانے لگے۔ کہ مجھے ۱۷ر مئی کے نور جس میں آپ کا ایک مضمون "سکھ اور مسلمان ایک دوسرے کے کس قدر قریب ہیں"۔ کی سو کاپیاں چاہئیں۔ میں نے کہا جناب اس وقت تو میرے لئے اس کی چار پانچ کاپیاں مہیا کرنی بھی بہت مشکل ہیں۔ کیونکہ کاغذ مقررہ مقدار سے ملتا ہے۔ اور مقررہ کاپیاں ہی چھپوائی جاتی ہیں۔ ہاں میں کوشش کر کے اس اخبار کا دوسرا ایڈیشن چھاپ سکتا ہوں۔ وہ فرمانے لگے۔ بہتر۔ اگر جلدی ہو جائے تو اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انشاء اللہ جلد ہی ہو جائے گا۔ میں نے چائے کے لئے درخواست کی۔ فرمایا کہ میرا روزہ ہے۔ میں نے کہا یقیناً آپ اسے بہتر سمجھتے ہیں۔ کہ خداوند تعالےٰ نے سفر میں روزے کے معاملہ میں مسلمانوں کو کتنی سہولت دی ہے۔ فرمانے لگے کہ اسی خدا نے سفر کو اب آرام دہ بنا دیا ہے۔ اس کی قدر کیوں نہ کی جائے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ پھر آپ رات یہاں تشریف رکھیں۔ تاکہ کچھ جناب کو آرام مل جائے۔ اور میں بھی آپ کی خدمت بجا لانے کا کچھ فخر حاصل کر سکوں۔ اور اطمینان سے گفتگو بھی ہو سکے۔ فرمانے لگے کہ میں نے کل صبح ضروری دہلی پہنچنا ہے اور اتنا وقت بھی صرف آپ کے لئے ہی نکالا ہے۔ میں نے عرض کیا زہے قسمت۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ یہ صاحب آج کی رات غریب خانہ پر ٹھیر کر مجھے کچھ خدمت بجا لانے کا فخر بخشیں۔ مگر ان کے عزم راسخ کے سامنے میری کوئی پیش نہ گئی۔ میں نے عرض کیا۔ جناب کا اسم شریف اور پتہ؟ فرمانے لگے۔ میرا نام لیٹین یار جنگ ہے پھر میری آنکھیں کھلیں۔ میں نے محسوس کیا کہ آج کا دن میرے لئے بہت خوش قسمتی کا دن ہے۔ کہ ایسی محترم ہستی غریب خانہ پر تشریف لائی۔ آپ نظام گورنمنٹ کے ریٹائرڈ ڈویژنل کمشنر ہیں۔ اور اپنی خوبیوں کی وجہ سے حیدرآباد میں ہر ایک کی نظر میں آپ کی بڑی عزت اور احترام ہے۔ آپ کئی ایک کارہائے نمایاں بجا لا رہے ہیں۔ آپ شروع ہی سے اصلاحی تحریکوں کے محرک رہے ہیں۔ یقیناً آپ کا وجود ذی جود مسلمانوں کے لئے بہت مبارک ہے۔ مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے۔ کہ میرے دل میں آپ کی بہت قدر ہے۔ آپ کا کام بہت شاندار ہے۔ آپ کے اخبار کا کیا حال ہے۔ میں نے کہا حال کا تو کچھ نہ پوچھئے۔ اب بھی یہ نقصان سے ہی چل رہا ہے۔ مگر مجھے یہ خوشی ہے۔ کہ میرے ہاتھ میں یہ ایک تبلیغی حربہ ہے اور جب تک بھی خدا تعالےٰ توفیق دے گا۔ میں انشاء اللہ تعالےٰ اسے جاری رکھوں گا۔ فرمانے لگے کہ ماہ اکتوبر سے انشاء اللہ اخبار کی مد میں آپ کو پچاس روپے ماہوار پہنچتے رہیں گے۔ اور آپ اخبار کو کبھی بند نہ کریں۔ اور پورے عزم کے ساتھ اسے جاری رکھیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے لئے تہ دل سے شکریہ اور صمیم قلب سے دعا کہ اس کار خیر میں ہاتھ بٹانے کے لئے خداوند تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اور دین و دنیا کے حسنات سے سرفراز فرمائے میرے دل میں یہ اب بھی غیر معمولی احساس ہے۔ کہ ایک معزز ہستی محض اس ناچیز سے ملنے کے لئے خاص طور پر موسلا دھار بارش میں غریب خانہ پر تشریف لائی۔ اور میں ان کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔ خدا وہ وقت جلد لائے۔ جب میں اس کی تلافی کر سکوں۔ اور یہ بہت کچھ جناب نواب صاحب بہادر کی توجہ گرامی کا محتاج ہے۔ مارچ ۱۹۲۵ء میں بھی قریباً میرے ساتھ ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ ایک صاحب کوٹ اور پتلون زیب تن فرمائے اور ترکی ٹوپی پہنے دفتر میں تشریف لائے۔ فرمانے لگے کہ میں لدھیانہ آیا تھا۔ اور یہاں آپ سے ہی ملنے کو آیا ہوں۔ اور میں نے واپسی تانگہ کیا ہے تاکہ میں بٹالہ سے امرتسر جانے والی پہلی گاڑی لے سکوں۔ کیونکہ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ اور ڈیڑھ صد روپے کے نوٹ نکال کر میرے سامنے رکھ دیئے۔ کہ یہ آپ کی نذر ہیں۔ آپ کا کام بہت شاندار ہے۔ اس کی جتنی بھی قدر کی جائے۔ کم ہے۔ اور میں انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ بھی اس کار خیر میں حصہ لیتا رہوں گا۔ میں نے کہا چائے فرمانے لگے میں بٹالہ سے پی کر آیا ہوں۔ ضرورت نہیں میں نے عرض کیا۔ جب اس کے ساتھ دل کی چاہ بھی شامل ہو۔ تو پھر؟ ارشاد ہوا۔ کہ عذر نہیں۔ میں نے کہا جناب کا اسم شریف فرمایا (ڈاکٹر) برکت علی۔ خط و کتابت سے تو میں پہلے ہی بخوبی جانتا تھا اور یہ صاحب ہمیشہ ہی میرا ہاتھ بٹاتے رہے۔ ناظرین اس کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ ایک ہمدرد اور دلی خیر خواہ کو پا کر کسی کو کتنی خوشی ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر برکت علی صاحب نے تو پھر بھی اس خاکسار کو چائے کا فخر بخشا مگر جناب نواب لیٹین یار جنگ صاحب بہادر کی تو میں اپنے شامت اعمال کی وجہ سے اتنی بھی خدمت نہ بجا لا سکا۔ آدھ یا پون گھنٹہ کے بعد نواب صاحب موصوف جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ میں نے ہر چند کوشش کی۔ کہ آپ کم از کم ایک رات یہاں تشریف رکھیں۔ مگر ان کے عزم صمیم کے سامنے میری کوئی پیش نہ گئی۔ دردِ دل سے دعا کہ اس ذرہ نوازی کے لئے خداوند تعالیٰ نواب صاحب موصوف کا حامی و ناصر ہو۔ اور حسنات دارین سے سرفراز فرمائے آمین۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے تاکہ جلد تعمیل ہو سکے (مینیجر نور)

نور کا شاندار ریکارڈ

روزنامہ اخبار اکالی اپنے ۱۳ جنوری ۱۹۲۴ء کے اشو میں لکھتا ہے۔ کہ "مولوی محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور مسلمانوں کے قادیانی فرقہ میں ایک نمایاں شخصیت رکھتے ہیں۔ آپ کا مطالعہ سکھ لٹریچر اور سکھ تواریخ کے متعلق بہت وسیع ہے۔ آپ کئی درجن مذہبی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مولوی صاحب آج سے نہیں کئی سال سے اس کوشش میں ہیں۔ کہ سکھوں اور مسلمانوں کی دونوں توحید پرست اقوام میں رشتہ اتحاد مضبوط ہو جائے۔ اور آئے دن کے اذان اور جھٹکہ کے نفاق پیدا کرنے والے جھگڑے پیدا نہ ہوں"

ڈاکٹر امبیدکر اچھوتوں کو قبول اسلام کا مشورہ دیں گے

بمبئی۔ اچھوت لیڈر ڈاکٹر بی۔ آر امبیدکر نے ایک اخباری انٹرویو میں یہ کہا۔ کہ اگر ہندو کانگرس نے اچھوتوں کے جائز مطالبات کو نہ مانا۔ تو کچھ عجب نہیں کہ میں اپنی قوم کو یہ مشورہ دوں کہ وہ اسلام قبول کرے۔ جو اونچ نیچ کے امتیازات کو مٹا دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ فرمایا۔ کہ اچھوتوں کی بقا اسی میں ہے۔ کہ پونا پیکٹ منسوخ ہو۔ اور اچھوتوں کو جداگانہ انتخاب کا حق ملے۔ ورنہ اچھوت برباد ہو جائیں گے۔

جب ڈاکٹر صاحب سے یہ پوچھا گیا۔ کہ آپ اب اپنی قوم کو اسلام قبول کرنے کا مشورہ کیوں نہیں دیتے۔ تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ کہ میں کانگرس کو ایک اور موقع دینا چاہتا ہوں۔ کہ وہ اپنے دعاوئ انصاف پر پوری اترے

اندھا پروفیسر

بمبئی۔ ٹاٹا کی سوشل سائنس کی انسٹی ٹیوٹ میں اہم ترین اضافہ اندھے پروفیسر ایس۔ سی رائے کا ہوا ہے مسٹر ایس۔ سی رائے آٹھ سال کی عمر میں اندھے ہو گئے تھے۔ لیکن انہوں نے حصول علم کے لئے دوسری حسوں پر انحصار کیا۔ اور بالآخر کلکتہ یونیورسٹی سے ایم۔ اے اور بی۔ ایل کی ڈگری لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد آپ یونیورسٹی کا وظیفہ لے کر کولمبیا یونیورسٹی میں گئے۔ اور وہاں سے بھی ایم اے کی ڈگری لی۔ مسٹر رائے تین مرتبہ دنیا کا سفر کر چکے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ جس کا عنوان ہے "ہندوستان اور اس سے باہر اندھوں کی حالت" ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ میں جانے سے پہلے مسٹر رائے کلکتہ یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر کو اطلاع کر دے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

۹۵۴۳ء منکہ سید عبدالرحمن ولد سید عزیز الرحمن صاحب صاحب قوم سید پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالامان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۵/۹/۲۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائیداد بصورت سٹور و نقد پندرہ ہزار کی اندازاً ہے۔ میں اس جائیداد کے ۱/۷ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اس حصہ وصیت میں سے مبلغ دو ہزار مد بہشتر ڈالر میں گذشتہ سال مورخہ ۶ جولائی کو بھجوا چکا ہوں۔ بقیہ مبلغ آئندہ ڈالر انشاء اللہ اس سال کے چندہ کے ہمراہ ارسال کر دونگا۔ اس کے علاوہ اگر میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں۔ تو انشاء اللہ اس کا بھی ۱/۷ حصہ ادا کر دوں گا۔ اس کے علاوہ اس تجارت میں سے مجھے اپنی آمد بھی ہے۔ جس کا سالانہ اندازہ پانچہزار ڈالر کا ہے۔ میں انشاء اللہ اس آمد کا بھی ۱/۷ حصہ ادا کرتا رہوں گا۔ جو کہ میں سٹور کا حساب ہونے پر ہر سال بھجواتا رہوں گا۔ اگر اس اندازے میں کوئی کمی بیشی حساب کے وقت ہوئی۔ تو اس کے مطابق ساتواں حصہ آمد بھجوانے کا ذمہ وار ہوں گا۔ رب تقبل منی انک انت السمیع العلیم۔ العبد سید عبدالرحمن ۵۱۲ء کنزمین روڈ کلولینڈ امریکہ۔ گواہ شد صوفی مطیع الرحمن امریکہ۔ گواہ شد خلیل احمد

۹۳۹۸ء۔ منکہ چودھری سراج دین ولد میاں خیر دین صاحب قوم آرائیں پیشہ تجارت عمر ۴۷ سال ۱۹۱۵ء ساکن ڈیرہ دون صوبہ یو۔پی بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۳/۶/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ ایک پختہ دکان اور ایک پختہ مکان محلہ چکر وتہ دکان کی قیمت ۲۰۰۰۰/- روپے اور مکان کی قیمت ۱۲۰۰۰/- روپے۔ میں اس کے ۱/۷ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں۔ تو اس کی اطلاع بھی مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس جائیداد پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ لیکن میرا گذارہ صرف اس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت معمولی تجارت ہے۔ اندازاً سو روپیہ ماہوار آمد ہو جاتی ہے۔ میں تازیست اپنی آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ نیز جو جائیداد بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۷ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد۔ سراج دین بحروف انگریزی۔ گواہ شد سلطان احمد پسر موصی۔ گواہ شد۔ ایم۔ بی احمدی بحروف انگریزی۔

۹۵۵۷ء۔ منکہ محمد حنیف ولد مستری علم دین صاحب قوم راجپوت پیشہ معماری عمر ۳۸ سال بیعت ۲۵ء ساکن قادیان دارالبرکات بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۶/۶/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائیداد کوئی نہیں۔ میری ماہوار آمدنی قریباً ۱۰/- روپیہ ہے۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ کمی بیشی کے متعلق اطلاع دیتا رہوں گا۔ میرے مرنے پر جو جائیداد ثابت ہو۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اگر زندگی میں کوئی جائیداد پیدا کروں گا۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد محمد حنیف موصی۔ گواہ شد سراج دین موذن گواہ شد عطا محمد صدر دارالبرکات شرقیہ قادیان۔

۹۴۱۲ء۔ منکہ غلام نبی ولد چودھری حیات محمد صاحب قوم جٹ پھلروان پیشہ زمینداری عمر ۴۲ سال بیعت ۱۹۲۲ء ساکن رائے پور ڈاکخانہ خانپور سیداں ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۷/۶/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ اراضی قدیمی اندازاً ۳۷ کنال بلا شراکت غیرے ہے۔ قیمتی ۳۶۰۰/- روپے۔ اس کے ۱/۹ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کروں گا۔ اسکی اطلاع دیتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے بعد جس قدر اس کے علاوہ ثابت ہوگی۔ اس کے ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور نیز ۱۰/- روپے سالانہ بطور آمد کے بھی ہو جاتی ہے۔ اس کے بھی ۱/۹ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ العبد غلام نبی حال سکونت اورا ڈاکخانہ سیالکوٹ گواہ شد چودھری غلام حسین اورا۔ گواہ شد چودھری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔

۷۹۱۹ء۔ منکہ محمد بدیع الزمان ولد عبدالجبار صاحب قوم احمدی پیشہ تجارت عمر ۳۰ سال بیعت ۱۹۳۷ء ساکن حسینہ ڈاکخانہ خاص ضلع مونگیر صوبہ بہار بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۹/۱۱/۴۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میں اس وقت مختلف قسم کی تجارت کر رہا ہوں۔ اور اوسطاً ماہوار آمد قریباً تیس روپے ہو جاتی ہے۔ میں تازیست اپنی آمد ماہوار کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا اور سال کے آخر پر مناسب معلوم کر کے اگر زیادہ اوسط پڑے گی۔ تو انشاء اللہ بقیہ رقم داخل خزانہ کر دیا کرونگا۔ اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے پر جس قدر میرا متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد محمد بدیع الزمان معرفت ۱ لنگٹن سکوئر دھرم ٹولہ کلکتہ۔ گواہ شد محمد شجاعت علی موصی ۲۷۹۷ء انسپکٹر بیت المال گواہ شد سید بدرالدین احمد کلکتہ۔

۹۱۹۷ء منکہ چودھری نتھے خاں ولد صاحبداد صاحب قوم جٹ پیشہ زراعت عمر ۶۴ سال بیعت ۱۹۱۶ء ساکن غازی کوٹ ڈاکخانہ گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۵/۶/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد غیر منقولہ ۱۶۰ گھماؤں اراضی جدی ہے۔ جس میں سے ۱/۳ حصہ قریباً بنجر قدیم و بنجر جدید بھی ہے۔ جس کی بازاری قیمت تیس ہزار روپیہ ہے۔ اس میں سے دس گھماؤں زمین اپنی بیوی کے نام ہبہ کر چکا ہوں جو کاغذات سرکاری میں درج ہے۔ مذکورہ بالا قیمت کے لحاظ سے ۱/۱۰ حصہ مبلغ ۳۰۰۰/- کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ ادائیگی بمد وصیت ششماہی و سالانہ ادا کرتا رہوں گا۔ اگر اس کے علاوہ اور کوئی جائیداد پیدا کروں گا تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میرے مرنے پر میری جائیداد جو ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میرے مرنے پر اگر کوئی قرضہ ہو۔ تو وہ اس جائیداد سے منہا کیا جائیگا۔ العبد نتھے خاں موصی غازی کوٹ۔ گواہ شد محمد اسلم پسر موصی۔ گواہ شد غلام رسول دیہاتی مبلغ۔

۹۵۲۲ء۔ منکہ حسن محمد ولد میاں غریب الدین قوم احمدی پیشہ ملازمت عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن لائل پور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۹/۶/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو اس وقت ۳۰/- روپے ماہوار ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ نیز جو جائیداد میری وفات کے وقت ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد حسن محمد۔ گواہ شد شادی خاں دارالرحمت قادیان گواہ شد مرزا نذیر علی قادیان۔

۹۴۶۷ء منکہ عمرالدین ولد محمد خاں قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال بیعت ۱۹۴۶ء ساکن سہراج ڈاکخانہ خاص ضلع فیروزپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۵/۶/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرا والد زندہ ہے۔ میری کوئی جائیداد نہیں صرف تنخواہ ۳۳/- روپے ماہوار پر گذارہ ہے۔ میں اپنی تنخواہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کروں گا۔ اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ میرے مرنے پر جس قدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ العبد عمر دین موصی۔ گواہ شد محمد ابراہیم موصی ۹۲۹۸ء بستی اسلام آباد موگہ۔ گواہ شد شیخ محمد یعقوب موگا۔ گواہ شد محمد طفیل موگا۔

۹۵۰۳ء۔ منکہ نصیر الحق ولد شاہ دین صاحب قوم پٹھان پیشہ ملازمت عمر ۴۹ سال بیعت جنوری ۱۹۰۳ء ساکن ۳۵ رنجیت سنگھ روڈ نئی دہلی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ میرا گذارہ ماہوار تنخواہ پر ہے۔ جو تقریباً ایک ہزار روپیہ ہے۔ میں اس وقت گورنمنٹ آف انڈیا وار ڈیپارٹمنٹ میں آفیسر سپرنٹنڈنٹ ہوں۔ میں اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز میرے مرنے کے بعد جو میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد نصیر الحق موصی۔ گواہ شد مرزا داؤد احمد گواہ شد مرزا منیر احمد ۱۷ دریا گنج دہلی۔

۹۵۳۷ء منکہ محمد شمس الدین ولد قدرت اللہ صاحب قوم قریشی پیشہ ملازمت عمر ۵۰ سال بیعت ۱۹۱۳ء ساکن بھاگل پور حال دارالفتوح قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میں اس وقت للغ روپے ماہوار کا ملازم ہوں اس کے علاوہ نہ کوئی جائیداد ہے۔ نہ مکان۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ ہر ماہ ادا کرتا رہوں گا۔ میری وفات کے بعد اگر میری کچھ جائیداد ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد محمد شمس الدین موٹر ڈرائیور دارالفتوح۔ گواہ شد سربلند پنشنر دارالفتوح گواہ شد رسول بخش محتسب۔

۹۵۳۲ء۔ منکہ سعید احمد ولد میاں فیروز دین قوم کشمیری پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال بیعت ۱۹۲۷ء ساکن لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰/۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد مبلغ ۵۰۰۰/- روپے ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کروں گا۔ اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائیداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری تنخواہ فی الحال ۲۵/- روپے ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان

کرتا ہوں۔ العبد سعید احمد موصی ۷۸/A ماڈل ٹاؤن لاہور۔ گواہ شد افضال احمد قریشی قادیان دارالرحمت گواہ شد محمد علی اظہر دارالرحمت قادیان۔

۹۳۹۲ء۔ منکہ حبیب اللہ ولد چودھری غلام حسین صاحب قوم جٹ پیشہ زمیندارہ عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن اعدا ڈاکخانہ سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷/۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ اراضی تعدادی آٹھ گھماؤں بلا شراکت غیری ہے۔ جس کی قیمت ۶۰۰/- روپے ہے۔ اراضی مرہونہ زر رہن ۵۸۵/- روپے اور قیمت مکان حویلی ۵۰۰/- روپے کل ۱۰۹۵/- روپے ہوتی ہے۔ جس میں سے شریعت کے مطابق اپنی والدہ کو اس کا آٹھواں حصہ دیتا ہے۔ جو ۱۳۶۸/۱۲/- روپے بنتے ہیں۔ باقی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ جو ۹۵۸/۲/- حصہ ہوتا ہے۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کرونگا اس کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ میرے مرنے پر جس قدر جائداد اور ثابت ہوگی۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد حبیب اللہ موصی اورا۔ گواہ شد چودھری غلام حسین اورا۔ گواہ شد چودھری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔

۹۵۴۷ء منکہ چودھری غلام محمد ولد چودھری مولاداد صاحب قوم جٹ پیشہ کاشتکاری عمر ۴۰ سال بیعت ۱۹۱۹ء ساکن کوٹ کوڑا ڈاکخانہ پیر وچک ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ ایک مربع زمین ریاست بہاولپور چک ۲۹/2-R ڈسٹیوٹر ڈیرہ نواب قیمتی ۸۰۰۰/- روپے (۱) دس گھماؤں زمین ضلع سیالکوٹ بمقام کوٹ کوڑا قیمتی ۵۰۰۰/- روپے (۲) خام مکان مالیتی ۱۰۰/- روپے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد اور کوئی جائیداد پیدا کروں یا مرنے پر ثابت ہو۔ تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ صدر انجمن احمدیہ کو اختیار ہے۔ کہ وہ جب چاہے۔ زمین کا ۱/۱۰ حصہ ہبہ کرالے۔ یا مجھ سے ہی بطور قسط روپیہ وصول کرلے۔ العبد۔ غلام محمد موصی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد صوبیدار عبدالوہاب موصی۔ گواہ شد علی محمد صحابی و موصی۔ گواہ شد بشیر احمد ولد غلام محمد موصی پسر موصی۔

۹۵۴۹ء منکہ حوالدار غلام نبی ولد جلال خاں صاحب قوم کاہلوں پیشہ زمینداری موضع چک جھور ۱۱۷ ڈاکخانہ برانچ ڈاکخانہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸/۵/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ چک ۱۱۷ میں ۳ ۱/۲ گھماؤں بہری زمین اور موضع چھور ضلع سیالکوٹ میں بھی میری جدی جائیداد ہے۔ جو ہم چار بھائیوں میں تقسیم ہوئی ہے۔ میں چوتھے حصہ کا مالک ہوں۔ مبلغ ۲۰۰۰/- روپیہ نقد ذاتی امانت محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان میں جمع ہے۔ میری ماہوار تنخواہ اس وقت ۱۱۴/- روپے ماہوار ہے۔ میں اپنی جائیداد اور ماہوار آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد جوالدار غلام نبی ہیڈ کوارٹر برما سگنل میمو برما۔ گواہ شد عبداللہ خاں جمعدار ہیڈ کلرک برما رجمنٹل سنٹر میمو۔ گواہ شد غلام نبی مانگا چانگریاں ضلع

۹۵۵۲ء منکہ ملک فیض الرحمن صاحب فیضی ولد ملک برکت علی صاحب قوم کھوکھر راجپوت پیشہ تعلیم عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری ماہوار آمد مبلغ ۸۰/- روپے ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ جب میری آمد میں کمی بیشی ہوگی۔ تو اس کی اطلاع دے دیا کروں گا۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں۔ لیکن میری یہ وصیت جائیداد پر بھی حاوی ہوگی۔ خواہ بعد وفات ہی ثابت ہو۔ سوائے اس کے کہ میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بطور حصہ جائیداد کے ادا کر کے رسید حاصل کرلوں۔ تو اسے منہا سمجھا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ العبد ملک فیض الرحمن فیضی حال احمدیہ ہوسٹل ۳۲ ڈیوس روڈ لاہور۔ گواہ شد ملک صلاح الدین ایم۔اے۔ گواہ شد مرزا طاہر احمد۔

۹۵۱۶ء۔ منکہ افتخار احمد ولد چودھری عبدالمجید صاحب قوم ارائیں پیشہ کاشتکاری عمر ۲۶ سال پیدائشی احمدی ساکن موضع جھول ڈاکخانہ بنگلہ باغ و بہار ضلع رحیم یار خاں سٹیٹ بہاولپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں۔ سالانہ آمد زراعت کاشتکاری اوسط بحالات موجودہ تین صد روپیہ سالانہ ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر آئندہ آمد میں کمی بیشی ہوئی۔ تو اس کے مطابق حصہ وصیت ادا کرتا رہوں گا۔ اور اسکی اطلاع دیتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی جائیداد بوقت وفات ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ متصور ہوگی۔ العبد افتخار احمد بقلم خود۔ گواہ شد محمد اسماعیل بقلم خود۔ گواہ شد عبداللطیف معلم الواقفین قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن شریف کے گورمکھی ترجمہ کے متعلق ہندو سکھ معزز اصحاب کی شاندار رائیں

جناب سردار اربیل سنگھ صاحب ایم اے

پرنسپل رندھیر کالج کپورتھلہ لکھتے ہیں کہ "چونکہ جناب نے اس ترجمہ کے متعلق میری رائے طلب کی تھی۔ دس پندرہ صفحات ہر مفتہ پڑھتا رہا۔ اور اب ایک دفعہ ختم کر چکا ہوں میں نے پہلے انگریزی ترجمہ بھی پڑھا ہے لیکن جو حظ اور فائدہ مجھے آپ کے ترجمہ سے نصیب ہوا ہے۔ وہ پہلے نہیں ہوا تھا۔ اب میرے بچے یہ ترجمہ پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے ایسا عمدہ اور سلیس ترجمہ شائع کر کے تمام پنجابیوں پر عموماً اور سکھوں پر خصوصاً بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کیونکہ سچائی سچائی ہی ہے خواہ کسی جگہ سے ملے۔ مجھے یقین واثق ہے۔ کہ اگر بہت سے پنجابیوں نے اس ترجمہ کو پڑھا۔ تو وہ غلط خیال جو خود غرض اشخاص یا جہالت اور ناواقفیت نے پھیلا رکھی ہیں۔ دور ہو جائیں گی۔ خدا آپکو اس محنت کا اجر عظیم دے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ نے مجھے ایسا تحفہ دیا۔ جو دینی اور دنیاوی ترقی میں مدد دینے والا ہے۔

جناب گیانی دیدار سنگھ صاحب بی۔ اے

(فاضل سکھ مذہب) سابق ہیڈ ماسٹر ہائی سکول توگل والہ ضلع گورداسپور لکھتے ہیں کہ "سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کے قرآن مجید کے گورمکھی ترجمہ کو نہ صرف میں نے پڑھا ہے۔ بلکہ ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ کے مطلب کو سمجھا ہے۔ بلاشبہ اس ترجمہ نے ایک دیرینہ کمی کو پورا کیا ہے۔ جو گورمکھی دانوں میں خصوصاً ایک عرصہ سے ضرورت تھی۔ کیونکہ مادری زبان اپنے اندر جو جذب اور دل میں عمیق اثر پیدا کرتی ہے۔ وہ اظہر من الشمس۔ آج تک کروڑوں مسلمان بھائی قرآنمجید کی تلاوت بلاناغہ کرتے چلے آتے ہیں۔ مگر ان میں گنتی کے ہی چند دوست ہوں گے جنہوں نے اسکی اصلیت اور حقیقی تاثرات سے فائدہ اٹھایا ہو۔ سردار صاحب کی یہ کوشش واقعی قابل تحسین ہے۔ کہ انہوں نے حضرت محمد صاحب جی کی تعلیم کو ہو بہو دینداروں تک پہنچا دیا ہے۔ جو عربی نہیں جانتے تھے۔ مگر ان کی ارواح فرقان پاک کی تعلیم سے مستفیض ہونے کے لئے تڑپ رہی تھیں۔ آیتوں اور رکوع کے باقاعدہ نمبر دیکر متن کے ساتھ ساتھ چلنے کے خیال کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ جس سے عربی پڑھے ہوئے دوستوں کو اصل سے مقابلہ کرنے کے لئے کوئی دقت اٹھانی نہیں پڑتی۔ قصہ کوتاہ مترجم نے اس اولوالعزمی یعنی قرآن پاک کے گورمکھی ترجمہ سے سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان ازدگی اور کشیدگی کی وسیع خلیج کو پاٹنے کی پوری پوری کوشش کی ہے دلی دعا ہے کہ پرماتما ان کی اس کوشش کو بار آور فرمائے۔"

جناب سردار امر سنگھ صاحب ایڈیٹر شیر پنجاب

اپنے موقر اخبار کے ۱۲ اگست ۱۹۳۶ء کے اشو میں لکھتے ہیں کہ۔۔

"شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور قادیان نے مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن (شریف) گورمکھی نہایت عام فہم اور ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ اردو کے ان تمام تراجم سے جو اب تک چھپ چکے ہیں زیادہ آسان اور عام فہم ہے اور کوئی بچہ بھی اسے پڑھ کر بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ شیخ صاحب نے بعض مشترکہ اور عالمگیر صداقتوں پر قرآن شریف اور شری گورو گرنتھ صاحب کا اتفاق ثابت کرنے کے لئے بعض قرآن شریف کی آیتوں کے بالمقابل شری گورو گرنتھ صاحب کے شلوک بھی درج کئے ہیں۔ چھپائی کاغذ اور جلد ہر اعتبار سے کتاب نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔ جس کے لئے مترجم شیخ محمد یوسف صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔"

گورمکھی لٹریچر میں آج رسالہ پھلواڑی کا پایہ بہت بلند ہے۔ اس رسالہ کے فاضل ایڈیٹر جناب گیانی ہیرا سنگھ صاحب درد اپنے فروری ۱۹۳۶ء کے پرچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور نے قرآن شریف کا گورمکھی ترجمہ چھپوایا ہے ۸۰۰ صفحات ہیں۔ کپڑے کی سنہری جلد ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ کہ دنیا کے ایک بڑے مذہب کی مذہبی کتاب کا گورمکھی ترجمہ چھپا ہے۔ مذہب اور روحانیت کے خواہشمندوں کو ہر ایک مذہب کی مقدس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔ گورمکھی پڑھے ہوؤں کو اس بات کا کوئی علم نہ تھا۔ کہ قرآن شریف میں کیا لکھا ہے۔ ایڈیٹر نور صاحب کا یہ کارنامہ واقعی قابل تعریف ہے۔ کہ جنہوں نے گورمکھی دانوں کے لئے فرقان حمید کی تعلیم سے آگاہی حاصل کرنے کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ ایڈیٹر صاحب نور کی اس اولوالعزمی کو دیکھ کر سکھوں کو بھی سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور وہ اپنی مذہبی کتب اور گورو صاحبان کے مقدس اقوال کا دیگر السنہ میں ترجمہ کر کے اصل لاگت پر دینے کا انتظام کریں۔"

جناب سردار دیوی سنگھ صاحب گرنتھی

خانپور (ریاست بہاولپور) سے لکھتے ہیں۔ کہ "میں نے قرآن شریف کا گورمکھی ترجمہ پڑھا۔ میں سردار محمد یوسف صاحب کی اس ہمت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو انہوں نے جگت اُدھار (دنیا کی نجات) کے لئے اس پاک کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ اور مخلوق خدا کے لئے نور خدا کا چشمہ کھول دیا ہے۔ چند روز ہوئے۔ سردار محمد یوسف صاحب نے اپنی تیار کردہ کتابیں "سکھ اور مسلمان" اور "سکھ مسلم اتحاد"۔ "مسلمانوں کے احسان سکھوں پر" روانہ کیں اور میں نے بغور پڑھیں۔ میں نے قریباً سب خالصہ تواریخیں دیکھی ہیں۔ جو کچھ سردار صاحب موصوف نے لکھا ہے۔ یہ بین حقیقت اور واقعات ہیں۔ قرآن شریف کے اپدیش (ہدایات) سب شری گورو گرنتھ صاحب کے مطابق ہیں۔ سچ پوچھو تو سکھ اور مسلمان دو بھائی ہیں۔ سردار صاحب موصوف نے ان بچھڑے ہوئے دو بھائیوں کو گلے ملایا ہے۔ میں سردار صاحب کو ان کی ان کامیاب کوششوں کے لئے مبارکباد دیتا ہوں۔ جو اس مقدس کتاب (قرآن شریف) کے گورمکھی ترجمہ کو خلق خدا کے سامنے پیش کر کے ایک پرادپکار (سب سے بڑا کار خیر) بجا لائے ہیں۔ واہگورو جی آپ کو اس سے زیادہ طاقت بخشیں۔"

جناب سردار سادھو سنگھ جی ایس۔ ڈی رحیم یار خاں

تحریر فرماتے ہیں کہ "میرے دل میں قرآن شریف کے پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ مگر بدیشی زبان ہونے کی وجہ سے میں اپنی خواہش کو پورا نہیں کر سکتا تھا۔ اب حال میں سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان نے قرآن مجید کا گورمکھی ترجمہ بڑی محنت سے عام فہم گورمکھی زبان میں کیا ہے۔ جو خاکسار کو اپنے دوست بابو غلام محی الدین صاحب کے ذریعہ ملا ہے۔ جس نے میری خواہش کو اس طرح پورا کیا جس طرح ایک خشک درخت بروقت آبیاری سے سرسبز ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ فاضل مصنف نے ترجمہ کرنے میں کمال عقلمندی سے کام لیا ہے۔ زبان نہایت شستہ ہے۔ ایسے کارنمایاں کی اسلام میں یہ پہلی نظیر ہے۔ یقیناً آپ کا کارنامہ مذہبی دنیا میں قابل تعریف ہے۔ اور مذہب اسلام کے لئے خاص طور پر قابل فخر ہے۔"

رسالہ اسلامک کلچر (حیدرآباد دکن)

اپنے جنوری ۱۹۳۶ء کے اشو میں لکھتا ہے۔ کہ "شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان نے قرآن مجید کا ہندی ترجمہ شائع کیا ہے۔ اس سے قبل آپ کلام پاک کا گورمکھی ترجمہ بھی شائع فرما چکے ہیں۔ جسکی گورمکھی علماء اور سکھ والیان ریاست تک نے بھی بہت تعریف کی ہے۔ حال ہی میں آپ کے ہندی ترجمہ نے بھی ہندو علماء اور ہندو حکمرانوں کی نظروں میں بہت قبولیت حاصل کی ہے۔ قرآنمجید کے ان ہر دو تراجم کے ذریعہ بہت سے غیر مسلموں کو اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کرنے میں بہت مدد ملی ہے۔" ہدیہ چار روپے چھ روپے بلحاظ کاغذ و جلد بندی وغیرہ محصول ڈاک علاوہ

گورمکھی و ہندی تراجم قرآن مجید کے ملنے کا پتہ:۔

منیجر اخبار نور۔ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نور اینڈ سنز کی تیر بہدف و شہرۂ آفاق ادویہ

موتی سرمہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے

ضعف بصر۔ لگرے۔ جلن۔ پھولا۔ جالا۔ خارش چشم۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ پڑ بال۔ ناخونہ۔ گوہا بخنی۔ رتوند (کمزوری) ابتدائی موتیا بند وغیرہ غرضیکہ یہ سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس سرمہ کا استعمال رکھتے ہیں۔ وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پاتے ہیں۔

قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے محصول ڈاک علاوہ

حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان مبارک میں تو موتی سرمہ ہی مقبول ہے۔ لہذا آپ کو بھی یہ موتی سرمہ ہی استعمال کرنا چاہیئے

حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سلمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ "میں اس بات کے اظہار میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ میں نے آپ کا موتی سرمہ استعمال کر کے اسے بہت مفید پایا گذشتہ دنوں مجھے یہ تکلیف ہو گئی تھی۔ کہ زیادہ مطالعہ یا تصنیف سے آنکھوں میں درد ہونے لگتا تھا۔ اور دماغ میں بوجھ رہنے کے علاوہ آنکھوں میں سرخی بھی رہتی تھی۔ ان ایام میں میں نے جب بھی آپ کا موتی سرمہ استعمال کیا۔ مجھے یقینی طور پر فائدہ ہوا۔"

اکسیر البدن دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے

بلاشبہ کمزوری اور ضعیفی سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی مصیبت نہیں۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ آج سے ہی اکسیر البدن رجسٹرڈ کا استعمال شروع کر دیں۔ دل میں نئی امنگ اعضاء میں نئی ترنگ دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنا۔ کمزور کو زور آور اور زور آور کو شہ زور نامرد کو مرد اور مرد کو جوانمرد بنانا اس اکسیر پر ختم ہے ایک ماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

یہ تو اکسیر اعظم ہے

جناب چودھری سردار محمد صاحب ایم۔ ای۔ ایس فیروز پور کینٹ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "بندہ ۱۹۳۵ء سے ہر سال اکسیر البدن کا استعمال کرتا رہا ہے۔ واقعی بہت مفید چیز ہے۔ اگر اسے اکسیر اعظم کہا جائے۔ تو درست ہے۔ براہ کرم بدیں خط ہذا ایک شیشی اکسیر البدن بذریعہ وی۔ پی ارسال فرما کر شکریہ کا موقعہ دیجئے۔"

اکسیر بواسیر

یہ نامراد موذی مرض انسان کا خون نچوڑ کر ہڈیوں کا پنجر اور زندہ درگور بنا کر زندگی تلخ کر دیتا ہے۔ اسکی مصیبت کو کچھ وہی بہتر سمجھ سکتا ہے جسے بدقسمتی سے اس نامراد مرض سے سابقہ پڑا ہو ہماری یہ اکسیر اس ظالم مرض کو خواہ یہ کسی قسم کا ہو۔ انشاء اللہ زیادہ سے زیادہ چودہ روز کے استعمال سے جڑھ سے اکھاڑ کر نیست و نابود کر دیتی ہے۔ قیمت تین روپے محصول ڈاک علاوہ

تین شیشی اور بھیجئے

جناب بابو سالم اکبر صاحب ہیڈ کلرک اچھا پور نواب گنج سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے ایک دوست کے لئے پہلے بھی اکسیر بواسیر نامی دوائی آپ سے منگوائی تھی۔ جس سے وہ دوست ایک سال تک بہت اچھے رہے۔ ان کو دیکھ کر اب اور مریضوں نے بھی خواہش ظاہر کی ہے۔ لہذا بدیں خط ہذا تین شیشی اکسیر بواسیر اور بذریعہ وی۔ پی بھیجکر شکریے کا موقع دیجئے۔"

موتی دانت پوڈر

میلے دانت جملہ بیماریوں کا گھر ہیں۔ اگر آپ اپنی صحت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ تو آج سے ہی اس کا استعمال شروع کر دیں۔ جو دانتوں کی جملہ بیماریوں کو دور کر کے انہیں فولاد کی طرح مضبوط بناتا ہے بدبودار دہن کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے

قیمت دو اونس کی شیشی جو مدت تک کافی ہے۔ ایک روپیہ دوا

رفیق زندگی

گرم مزاج والوں کے لئے بینظیر تحفہ ہے۔ مفرح دل اور مقوی دماغ جس سے جوہر حیات کو خاص ترقی حاصل ہوتی ہے۔ بیماری یا کثرت کار کی وجہ سے جن کے چہرے زرد۔ دل ہر وقت دھڑکتا۔ سر چکراتا۔ آنکھوں میں ہر وقت اندھیرا آتا۔ اٹھتے وقت ستارے سے دکھائی دیتے بیچینی گھبراہٹ بستی اور اداسی چھائی رہتی ہو۔ کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو جسم میں سخت کمزوری ہو۔ ان کے لئے یہ حامد و اثر دوا نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس دوا کا ایک ماہ کا استعمال سال بھر کے لئے انشاء اللہ کسی دوسری مقوی دوا سے آپ کو بے نیاز کر دیگا۔ ایک ماہ کی خوراک جس میں پندرہ تولہ دوا ہے۔ قیمت صرف پانچ روپے محصول ڈاک علاوہ۔

اکسیر معدہ

ہیضہ۔ بدہضمی کی شکایت۔ درد شکم۔ اپھارہ۔ باؤ گولہ۔ کمی بھوک۔ پیٹ کا گڑگڑانا کھٹی ڈکاریں۔ جی متلانا۔ جگر کا بڑھ جانا۔ سر چکرانا۔ کرم شکم۔ اسہال ریاح۔ کھانسی۔ دمہ وغیرہ کے لئے تیر بہدف ہے۔ دودھ۔ گھی مکھن۔ بالائی۔ انڈے وغیرہ ہضم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ دماغ۔ حافظہ۔ ذہن کو تقویت دینے۔ کمزور اور دماغی کام کرنے والوں کے لئے بے نظیر چیز ہے

قیمت فی شیشی دو روپے محصول ڈاک علاوہ

اکسیر اکبر جس کا اثر مستقل ہے

اکسیر البدن کے علاوہ اس میں حسب ذیل اجزاء شامل ہیں:۔ سونے کا کشتہ۔ کستوری عنبر۔ یوہمبین وغیرہ اس کے فوائد کے کیا کہنے یہ ایک ہی لاثانی دوا ہے۔ اسکی موجودگی نے طبی دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ مفصلہ ذیل نئی و پرانی بیماریوں میں اس کا اثر فوری اور مستقل ہے۔ ضعف دل۔ ضعف دماغ۔ ضعف اعصاب۔ ضعف ہاضمہ۔ قبل از وقت بالوں کا سفید ہو جانا۔ دل کی دھڑکن۔ سر کا چکرانا۔ آنکھوں میں اندھیرا آنا۔ بیچینی بستی۔ اداسی۔ ذرا سے کام سے دل کا کانپنا۔ جسم میں سخت کمزوری وغیرہ بیماریوں کے لئے یہ اکسیر بفضلہ تعالیٰ آخری اور یقینی علاج ہے۔ لاگت کے مقابلہ میں قیمت برائے نام یعنی ایک ماہ کی خوراک کی قیمت بیس روپے محصول ڈاک علاوہ

ساٹھ سالہ عمر میں بھی بے حد فائدہ ہوا

جناب مولانا عبد الحمید خاں صاحب پنشنر سررشتہ دار جے پور ضلع کٹک سے لکھتے ہیں کہ "میری عمر اس وقت قریباً ساٹھ سال کی ہے پچھلے دنوں میں نے آپ سے ایک شیشی اکسیر اکبر نامی کی منگوائی تھی۔ استعمال کی۔ بے حد فائدہ ہوا۔ بلاشبہ یہ بہت ہی مقوی دوا ہے براہ کرم بواپسی ڈاک ایک شیشی اور اکسیر اکبر کی معہ ایک شیشی اکسیر البدن و اکسیر معدہ بذریعہ وی۔ پی بھیجکر شکریہ کا موقع دیجئے۔ اکسیر اکبر اور اکسیر معدہ کی تو مجھے خود ضرورت ہے۔ اور اکسیر البدن ایک دوست کے لئے منگوا رہا ہوں۔"

افیون چھڑاؤ گولیاں

افیون بہت ہی بری ہے۔ علاوہ روپے کے خرچ کے یہ انسانی صحت کا بھی ستیاناس کر دیتی ہے۔ بدقسمتی سے جسے اسکی عادت پڑ جائے۔ پھر اس کا چھوٹنا بہت مشکل ہے۔ یہ گولیاں انشاء اللہ بہت جلد اس بلا سے نجات دلا دیں گی۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ گولی دو روپے محصول ڈاک علاوہ

سند یافتہ ڈاکٹر کی رائے کہ یہ گولیاں تیر بہدف ہیں

جناب ڈاکٹر گوہر الدین صاحب ہسپتال منجان سے تحریر فرماتے ہیں کہ "تین صد گولی کا پہلے آرڈر دے چکا ہوں۔ پانچ سو گولی کا اور آرڈر دیتا ہوں۔ فوراً روانہ کیجئے۔ واقعی یہ گولیاں افیون چھڑانے کے لئے تیر بہدف ثابت ہوئی ہیں۔ اور ان کے ذریعہ افیون بآسانی چھٹ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس ایجاد کے لئے جزائے خیر دے۔"

جملہ ادویہ ملنے کا پتہ:۔ منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب